Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ............ 25 روپے

سالانہ............ 300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....بجلی کا بحران کب تک؟.................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۶۵)......احکامِ الٰہی کے منسوخ ہونے کی حقیقت وحکمت...// // ۵

درسِ حدیث ....نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط ۲).......// // ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۳)..مفتی محمد امجد حسین ۱۶

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط ۳)..مفتی محمد رضوان ۲۴

ماہِ صفر: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.........................مولوی طارق محمود ۲۷

سجدہ سہو کے مسائل (نماز کے احکام: قسط ۱۷)..........................مفتی محمد امجد حسین ۳۰

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط ۲)...مفتی محمد رضوان ۳۴

علماء وطلباء کے لیے ہدایات (قسط ۱)...........اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب ۳۷

علم کے مینار..........................سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۲۹)...............مفتی محمد امجد حسین ۴۰

تذکرۂ اولیاء:........... ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۱۰)..................// // ۴۴

پیارے بچو! .... زبان کا زخم..............................ابوفرحان ۴۸

بزمِ خواتین .... ہماری پیدائش کا مقصد..................مفتی ابوشعیب ۵۰

آپ کے دینی مسائل کا حل... فجر کی نماز جلدی پڑھنا افضل ہے یا تاخیر سے؟.....ادارہ ۵۴

کیا آپ جانتے ہیں؟........... سوالات وجوابات.......ترتیب: مولانا ابرار حسین ستی ۸۸

عبرت کدہ .... حضرت لوط علیہ السلام (قسط ۷)...................ابوجویریہ ۹۰

طب وصحت........... گاجر ایک مفید سبزی.......................حکیم محمد فیضان ۹۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.......................مولانا محمد امجد حسین ۹۷

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..................ابرار حسین ستی ۹۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

بجلی کا بحران کب تک؟

وطن عزیز کو گذشتہ چند سالوں سے بجلی کے بحران کا سامنا ہے، جو روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ دوسری طرف حکمرانوں کی طرف سے موسم گرما کے موقع پر، موسمِ سرما تک اور موسمِ سرما کے موقع پر موسمِ گرما تک بجلی کے بحران کے خاتمہ کے دعوے اور وعدے جاری ہیں،

شاید حکمران تو زبانی کلامی دعووں اور وعدوں سے عوام کو تسلی دلا کر یہ سمجھتے ہوں گے کہ وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کے دعووں اور وعدوں سے وہ ذمہ داری سے سبکدوش کیا ہوتے، جھوٹے دعوے اور وعدے کر کے دنیا وآخرت کے اعتبار سے بڑے مجرم شمار ہوتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ایک لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود بجلی کے بحران پر قابو نہیں پایا جا سکا، جس کی بڑی وجہ حکمرانوں کی غفلت و بے توجہی بلکہ ناعاقبت اندیشی ہے۔

کیونکہ یہ بات کسی عقلمند سے مخفی نہیں کہ بجلی کے بحران سے ملکی معیشت پر بہت بُرا اثر پڑ رہا ہے، اور انڈسٹریاں تباہ ہو رہی ہیں، جس کی وجہ سے ملک میں مصنوعات کی قلت اور کمر توڑ مہنگائی کا راج ہے۔

اور ہمارے نزدیک کمر توڑ مہنگائی میں بجلی کے بحران کو بڑا دخل ہے۔

مگر ان سب باتوں کے باوجود بجلی بحران پر قابو پانے کی صحیح اور مخلصانہ کوششیں نہیں ہو رہیں۔ اور نامعلوم بجلی کے بحران کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔

ہمارے نزدیک بجلی بحران کے خاتمہ کا معاملہ حکمرانوں کی اولین ترجیحات میں شامل ہونا چاہئے ورنہ آنے والا وقت موجودہ وقت سے انتہائی خطرناک اور تباہ کن ہوسکتا ہے۔ جس کا ہم ابھی اندازہ نہیں کر پا رہے۔

موسمِ سرما اپنے اختتامی مراحل میں ہے، جس کے بعد موسم گرما کی آمد ہے، اور موسمِ گرما میں بجلی کا بحران ویسے ہی زیادہ ہوجاتا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ ہر قسم کے وسائل بروئے کار لا کر بجلی بحران کے خاتمہ کی کوششیں کی جائیں۔

دوسری طرف عوام کے کاندھوں پر بھی اس موقعہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بجلی کے استعمال میں

Idara Ghufran

احتیاط رکھیں، اور بجلی کے ضیاع سے بچنے کا اہتمام کریں۔

بجلی بحران ہی کا ایک رخ بجلی کے نرخوں میں آئے دن ہوشربا اضافہ اور کمر توڑ گرانی بھی ہے، اس حوالے سے گزشتہ عرصے میں اس قسم کی خبریں کئی بار اخبارات کی زینت بن چکی ہیں کہ ایوانِ اقتدار کے بعض پردہ نشین اور متعلقہ مناصب پر براجمان بعض لوگ اپنی کمیشن کھری کرنے یا مختلف ذاتی مفادات سمیٹنے کے لئے بعض بیرونی کمپنیوں سے مہنگی بجلی خریدتے ہیں، اور آسان سکیموں اور منصوبوں کو چھوڑ کر جس کی آج کئی شکلیں دنیا میں رائج ہیں، جان بوجھ کر بعض استحصالی قوتوں کو نوازنے کے لئے ان کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے بھاری بھرکم پروجیکٹ اور منصوبوں کی منظوری دیتے ہیں۔

یہ سب اگر حقیقت ہے (جیسا کہ بظاہر نظر بھی آ رہا ہے) تو پھر ملکی سسٹم اور نظام کا اللہ ہی حافظ ہے۔

یہ ''گھر پھونک، تماشہ دیکھ'' والی بات ہے، اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ ملک انارکی کی طرف اور مقتدر کلیدی ادارے تصادم کی سمت کیوں بڑھ رہے ہیں؟

دل پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے ۔۔۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اللہ تعالیٰ اس بحران سے ملک کو نجات عطا فرمائیں۔ آمین

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵ ''احکامِ الٰہی کے منسوخ ہونے کی حقیقت وحکمت''﴾

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ تین میں سے کوئی ایک ہی فتویٰ دے سکتا ہے، وہ شخص جو ناسخ اور منسوخ کو جانتا ہو، لوگوں نے سوال کیا کہ اس کو کون جانتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

یا وہ شخص بادشاہ بنادیا گیا، اور اس کو بچنے کا کوئی راستہ نہیں، یا پھر تکلف کرنے والا (ترجمہ ختم)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت میں احکام کا منسوخ ماننا کوئی عیب نہیں، بلکہ اس میں خود انسانوں کا فائدہ اور مصلحت ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے منسوخ کا حکم بیان کرکے یہ ارشاد فرمایا کہ:

''کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے؟ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ وہ ذات ہے کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت تنہا اسی کی ہے، اور اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا رکھوالا ہے نہ مددگار''

جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احکام کو منسوخ کرنا نعوذ باللہ تعالیٰ اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ چیز سے عاجز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہیں، اور آسمانوں اور زمین میں حقیقی حکومت وسلطنت اللہ تعالیٰ ہی کی قائم ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کی مدد ومصلحت کی خاطر ہی احکام کو منسوخ فرماتے ہیں۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۶۵ آیت ۱۰۶، ۱۰۷) مفتی محمد رضوان

احکامِ الٰہی کے منسوخ ہونے کی حقیقت وحکمت

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا. اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (۱۰۶) اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ. وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ (۱۰۷)

ترجمہ: ہم جب بھی کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں، یا اسے بھلا دیتے ہیں، تو اس سے بہتر یا اسی جیسی (آیت) لے آتے ہیں، کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے؟ (۱۰۶) کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ وہ ذات ہے کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت (درحقیقت) تنہا اسی کی ہے، اور اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا رکھوالا ہے نہ مددگار (۱۰۷)

تفسیر وتشریح

نسخ کے معنیٰ اٹھانے اور زائل وختم کرنے کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ مختلف زمانوں کے حالات کی مناسبت سے شریعت کے فروعی احکام میں تبدیلی فرماتے رہے ہیں، اگرچہ دین کے بنیادی عقائد مثلاً توحید، رسالت، آخرت وغیرہ ہر دور میں ایک رہے ہیں، لیکن جو عملی احکام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے، ان میں سے بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں تبدیل کردیئے گئے، اور حضور ﷺ کے زمانے میں ان میں مزید تبدیلیاں کی گئیں، اسی طرح جب حضور ﷺ کو شروع میں نبوت عطا ہوئی، تو آپ کی دعوت کو مختلف مراحل سے گزرنا تھا، مسلمانوں کو طرح طرح کے مسائل درپیش تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے احکام میں تدریج اختیار فرمائی، کسی وقت ایک حکم دیا، بعد میں اس کی جگہ دوسرا حکم آگیا، جیسا کہ قبلے کے تعین میں احکام بدلے گئے۔

لیکن جاہل یہودیوں نے اپنی جہالت سے اللہ تعالیٰ کے احکام میں منسوخی کے عمل کو دنیوی احکام کے منسوخ ہونے کی (آئندہ آنے والی دونوں) صورتوں پر قیاس کرکے حضور ﷺ پر طعن طرازی کی، اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں نسخ سے مراد کسی حکم کا اٹھانا اور زائل کرنا یعنی منسوخ کرنا ہے، کتاب وسنت کی زبان میں نسخ ایک حکم کے بجائے کوئی دوسرا حکم جاری کرنے کو کہا جاتا ہے، خواہ وہ دوسرا حکم یہی ہو کہ سابقہ حکم بالکل ختم کر دیا جائے، یا یہ ہو کہ اس کی جگہ دوسرا عمل بتلایا جائے۔ [۱]

اس آیت میں قرآن مجید کی کسی آیت کے منسوخ ہونے کی جتنی صورتیں ہوسکتی تھیں، سب کو جمع کر دیا گیا ہے۔

دنیا کی حکومتوں اور اداروں میں کسی حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم جاری کر دینا مشہور ومعروف ہے، لیکن انسانوں کے احکام میں یہ عمل کبھی تو اس لئے ہوتا ہے کہ پہلے کسی غلط فہمی سے ایک حکم جاری کر دیا، بعد میں حقیقت معلوم ہوئی، تو حکم بدل دیا، اور کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ جس وقت یہ حکم جاری کیا گیا، اس وقت کے حالات اس کے مناسب تھے، اور آگے آنے والے حالات وواقعات کا اندازہ نہ تھا، جب حالات بدلے تو حکم بھی بدلنا پڑا، یہ دونوں صورتیں اللہ تعالیٰ کے احکامات میں نہیں ہوسکتیں۔

اور ایک تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ حکم دینے والے کو پہلے ہی سے یہ بھی معلوم تھا کہ آئندہ چل کر حالات بدلیں گے، اور اس وقت یہ حکم مناسب نہیں رہے گا، بلکہ کوئی دوسرا حکم دینا ہوگا، جیسا کہ مریض کے موجودہ حالات دیکھ کر معالج ایک دوا تجویز کرتا ہے، اور وہ پہلے سے یہ بھی جانتا ہے کہ اس دوا کو اتنے دن استعمال کرانے کے بعد مریض کی حالت کے مطابق دوسری دوا تجویز کی جائے گی، اس لئے معالج پہلے ایک دوا تجویز کرتا ہے، جو اس وقت کے لئے مناسب ہے، اور بعد میں حالات بدلنے پر دوسری دوا تجویز کرتا ہے، جو اس وقت کے لئے مناسب ہوتی ہے۔

---

[۱] اسی وجہ سے قرآن مجید کے کسی حکم کو منسوخ کرنے کی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ منسوخ حکم کی جگہ دوسرا حکم نازل کیا جائے، جیسے ایک سال کی عدتِ وفات منسوخ کر کے چار مہینے اور دس دن کا حکم نازل کیا گیا، دوسری قسم یہ کہ پہلا حکم اٹھالیا جائے، اور اس کی جگہ کوئی نیا حکم جاری نہ کیا جائے، جیسے ابتداء میں مہاجر عورتوں کے امتحان کا حکم تھا، بعد میں اٹھالیا گیا، یہ حکم شریعت کے عام احکام کے اعتبار سے تھا،

قرآن مجید کے نسخ کی چند صورتیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ تلاوت منسوخ ہوگئی ہو، مگر حکم باقی رہا، جیسے رجم کی آیت کہ اس کی تلاوت تو منسوخ ہوگئی، لیکن حکم باقی ہے (۲) دوسرے یہ کہ حکم منسوخ ہوجائے، اور تلاوت باقی رہے، جیسے وارثوں کے لئے وصیت کرنا، کہ اس کا حکم آیتِ میراث سے منسوخ ہوگیا، اور تلاوت کا حکم باقی ہے، یا عدتِ وفات کا ایک سال ہونا، اس آیت کی تلاوت باقی ہے، لیکن عدتِ وفات کا حکم چار مہینے دس دن کا ہے (۳) تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں جیسے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کی طرح طویل تھی، مگر اس کے اکثر حصہ کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے (معارف القرآن ادریسی)

لیکن ماہر معالج کسی حکمت کی وجہ سے پہلے سے ہی آگے کی تفصیل نہیں بتلاتا۔

اللہ تعالیٰ کے احکام میں اوراس کی نازل کی ہوئی کتابوں میں نسخ کی یہی تیسری اور آخری صورت متعین ہے، ہر دور میں ایسا ہوتا رہا، کہ ایک ہی نبوت وشریعت میں کچھ عرصہ تک ایک حکم جاری رہا، پھر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق اس کو بدل کر دوسرا حکم نافذ کر دیا گیا۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

لَمْ تَكُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ إِلَّا تَنَاسَخَتْ (مسلم ،حدیث نمبر ۷۶۲۵، کتاب الزھد والرقائق)

یعنی کبھی کوئی نبوت نہیں آئی، جس نے احکام میں نسخ اور ردو بدل نہ کیا ہو۔

منسوخ آیات کی تعداد

قرآن مجید میں منسوخ آیات کی تعداد کتنی ہے، اس میں اہلِ علم حضرات کا اختلاف ہے، متقدمین حضرات کے نزدیک یہ تعداد کچھ زیادہ ہے اور بعض متاخرین نے یہ تعداد کچھ کم بتلائی ہے، اوراس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک منسوخ ہونے کے مفہوم میں کسی حکم کی پوری تبدیلی بھی داخل ہے، اور جزوی تبدیلی مثلاً کسی مطلق یا عام حکم میں کسی قید وشرط کو بڑھا دینا یا کوئی استثناء کردینا وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں، تو ان حضرات کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد زیادہ ہے۔

اس کے برعکس بعض حضرات کے نزدیک منسوخ ہونے کا مفہوم تنگ ہے، جس کی حقیقت ان کے نزدیک یہ ہے کہ جب اگلے حکم کی پہلے حکم کے ساتھ کسی طرح بھی تطبیق نہ ہو سکے، اوران کے نزدیک بہت سی جزوی تبدیلیاں مثلاً بہت سی قیود وشرائط وغیرہ منسوخ کے مفہوم میں داخل نہیں، اس وجہ سے ان حضرات کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد کم ہے۔

البتہ قرآن مجید کی آیات میں منسوخات کے وجود اور منسوخات کے علم کی اہمیت پر تمام اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اتفاق رہا ہے، اوراس کا انکار کرنے والے گمراہی میں مبتلا ہیں۔ [1]

---

[1] وأتفقت أهل الشرائع على جواز النسخ ووقعه وخالفت اليهود غير العيسوية فى جوازه وقالوا :يمتنع عقلا وأبو مسلم الأصفهانى فى وقوعه فقال :إنه وإن جاز عقلا لكنه لم يقع(تفسير روح المعانى ، ج ١ ص ٣٥٢، تحت سورة الفاتحة)

معرفة هذا الباب أكيدة وفائدته عظيمة، لا يستغنى عن معرفته العلماء ، ولا ينكره إلا الجهلة الاغبياء (تفسير القرطبى، ج ١ ص ٥٥)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَتَى عَلَى قَاضٍ فَقَالَ لَهُ هَلْ تَعْلَمُ النَّاسِخَ مِنَ الْمَنْسُوخِ؟ قَالَ :لاَ .قَالَ :هَلَكْتَ وَأَهْلَكْتَ (السنن الكبرىٰ للبيهقي، حديث نمبر ۲۰۸۵۷، كتاب آداب القاضي ،باب إثم من أفتى أو قضى بالجهل، واللفظ لهٗ، مصنف عبدالرزاق، حديث نمبر ۵۴۰۷، كتاب الجمعة ، باب ذكر القصاص ،المدخل الى السنن الكبرىٰ للبيهقي حديث نمبر ۱۳۲)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک فیصلہ کرنے والے کے پاس تشریف لائے ،اوراس سے فرمایا کہ کیا تو ناسخ منسوخ کو جانتا ہے،اس نے جواب میں کہا کہ نہیں۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو خود بھی ہلاک ہوا، اور تو نے لوگوں کوبھی ہلاک کیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ تھا کہ جب تجھے ناسخ اور منسوخ کا علم نہیں، تو عین ممکن ہے کہ منسوخ حکم پر عمل کرے، اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرے، اس لئے خود بھی ہلاک ہو، اور دوسرے کو بھی ہلاک کرے۔

اس قسم کا واقعہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت میں آیا ہے۔ [1]

اور حضرت ابنِ سیرین سے مروی ہے کہ:

سئل حُذيفة عن شيء فقال إنما يفتي أحد ثلاثة من عرف الناسخ من المنسوخ قالوا ومن يعرف ذلك قال عُمَر رضى الله عنه أو رجل ولى سلطانا فلا يجد بدا أو متكلف (شرح السنة للبغوى ،باب التوقى عن الفتيا،المدخل الى السنن الكبرىٰ للبيهقي حديث نمبر ۴۵)

---

[1] چنانچہ معجم طبرانی کبیر میں ہے:
حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بن نُبَيْطٍ الأَشْجَعِيُّ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بن مُزَاحِمٍ، قَالَ:مَرَّ ابْنُ عَبَّاسٍ بِقَاصٍّ، فَرَكَلَهُ بِرِجْلِهِ، فَقَالَ :تَدْرِي النَّاسِخَ مِنَ الْمَنْسُوخِ؟قَالَ :وَمَا النَّاسِخُ مِنَ الْمَنْسُوخِ؟ قَالَ :مَا تَدْرِي النَّاسِخَ مِنَ الْمَنْسُوخِ؟قَالَ :لا، قَالَ :هَلَكْتَ وَأَهْلَكْتَ (المعجم الكبير للطبراني ، حديث نمبر ۱۰۴۵۲)

﴿بقیہ صفحہ ۴ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مفتی محمد رضوان

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط۲)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :إِيَّاكُمْ إِيَّاكُمْ وَشِرْكَ السَّرَائِرِ ، قَالُوا :وَمَا شِرْكُ السَّرَائِرِ ؟ قَالَ :أَنْ يَقُومَ أَحَدُكُمْ يُزَيِّنُ صَلاتَهُ جَاهِدًا لِيَنْظُرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ، فَذَلِكَ شِرْكُ السَّرَائِرِ (مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ۸۴۸۹، كتاب الصلاة، باب الرجل يحسن صلاته حيث يراه الناس،واللفظ لهٗ،صحيح ابنِ خزيمة، حديث نمبر ۹۳۷، جماع أبواب الأفعال المكروهة فی الصلاة التی قد نهی عنها المصلی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو بچاؤ، اپنے آپ کو بچاؤ، چھپے ہوئے شرک سے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ چھپے ہوئے شرک کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی نماز کو مزین کرنے کی کوشش کرے، تاکہ لوگ اس کی طرف دیکھیں، پس یہ چھپے ہوئے شرک ہیں (ترجمہ ختم)

کوشش کرے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ارادہ سے ایسا کرے، اور اگر اپنے ارادہ سے ایسا نہ کرے، ویسے ہی غیر اختیاری طور پر وسوسہ اور خیال آئے، تو یہ نہ اخلاص کے خلاف ہے، اور نہ اس وعید میں داخل ہے۔

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے سننِ کبریٰ میں حضرت محمود بن لبید کی اس روایت کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِيَّاكُمْ وَشِرْكَ السَّرَائِرِ "قَالُوا :يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا شِرْكُ السَّرَائِرِ ؟ قَالَ " :أَنْ يُتِمَّ رُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا لِمَا

يَلْحَظُهُ مِنَ الْحَدَقِ وَالنَّظَرِ فَذَلِكَ شِرْكُ السَّرَائِرِ "(شعب الایمان للبیهقی حدیث نمبر ۲۸۷۲، کتاب الصلاة،باب تحسین الصلاة، والإكثار منها ليلا ونهارا وما حضرنا عن السلف الصالحين فی ذلک)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو بچاؤ، چھپے ہوئے شرک سے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ چھپے ہوئے شرک کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کا رکوع اور سجدہ پوری طرح اس غرض سے کیا جائے، تاکہ دائیں بائیں کے لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں، اور اس کو دیکھیں، پس یہ چھپے ہوئے شرک ہیں (ترجمہ ختم)

چھپے ہوئے شرک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا مقصود تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اور اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کے بجائے مخلوق کی طرف ہے، تو اب ظاہر میں تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے رکوع وسجدہ وغیرہ کی شکل میں عبادت کررہا ہے، لیکن اندر سے خفیہ طور پر غیر اللہ کی طرف متوجہ ہے، جو کہ نماز کے خشوع کے خلاف ہے۔

خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم -يَقُولُ مَا مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيرَةً وَذَلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ (مسلم، حديث نمبر ۵۶۵، کتاب الصلاة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، واللفظ لهٔ، مستخرج ابی عوانة حدیث نمبر ۱۰۲۶، صحیح ابن حبان ج۳ص ۲۱۹)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ جو مسلمان آدمی فرض نماز کے وقت اچھی طرح سے وضو کرے، اور نماز کے خشوع اور اس کے رکوع کو اچھی طرح ادا کرے، تو یہ اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، جب تک کہ کبیرہ گناہ نہ کرے، اور یہ ہر زمانے کے لئے ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ خشوع وخضوع اور ارکان وآداب کا لحاظ کرتے ہوئے وضو اور نماز کا عمل گزشتہ صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، البتہ کبیرہ گناہ کی معافی کے لئے توبہ ضروری ہے۔

اور جو شخص بھی یہ عمل کرے گا، اور جس زمانے میں بھی کرے گا، تو اس کے لئے یہ فضیلت ہوگی، اور اگر کوئی

پوری زندگی یہ عمل کرے تو پوری زندگی وہ اس فضیلت سے فائدہ اٹھا سکے گا۔

(کذافی شرح النووی علی مسلم ، تحت حدیث رقم ۳۳۶، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه)

اور بھی کئی اعمال کے بارے میں گزشتہ گناہوں کی معافی کی فضیلت آئی ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کے سب اعمال میں صغیرہ گناہوں کے کفارہ کی تاثیر موجود ہے، اور جب کوئی صغیرہ وکبیرہ گناہ نہ ہو، تو پھر ان اعمال کے ذریعہ سے نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور درجات بلند کئے جاتے ہیں، اور اگر صغیرہ گناہ نہ ہوں، اور کبیرہ گناہ ہوں، تو ان اعمال کی برکت سے کبیرہ گناہوں کے وبال میں کمی کر دی جاتی ہے (شرح النووی علی مسلم ، تحت حدیث رقم ۳۳۶، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- يَوْمًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ يَا فُلاَنُ أَلاَ تُحْسِنُ صَلاَتَكَ أَلاَ يَنْظُرُ الْمُصَلِّى إِذَا صَلَّى كَيْفَ يُصَلِّى فَإِنَّمَا يُصَلِّى لِنَفْسِهِ إِنِّى وَاللّٰهِ لأُبْصِرُ مَنْ وَرَائِى كَمَا أُبْصِرُ مَنْ بَيْنَ يَدَىَّ .(مسلم ، حديث نمبر ۹۸۵ ، كتاب الصلاة، باب الأمر بتحسين الصلاة وإتمامها والخشوع فيها، واللفظ لهٗ، نسائي، حديث نمبر ۸۷۱،

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھائی، پھر نماز کا سلام پھیر کر فرمایا کہ اے فلاں آپ اپنی نماز کو اچھا کیوں نہیں کرتے، نماز پڑھنے والا جب نماز پڑھتا ہے، تو وہ یہ کیوں نہیں دیکھتا کہ وہ کیسی نماز پڑھ رہا ہے، کیونکہ وہ اپنے (فائدے کے) لئے نماز پڑھتا ہے، بلاشبہ اللہ کی قسم میں اپنے پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں، جس طرح اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو اپنی نماز کے ارکان وآداب اور خشوع کا لحاظ کرنا چاہئے، اور اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ہر نماز پڑھنے والے کی یہ اپنی نماز ہوتی ہے، اور اس نماز سے اس کا اپنا ذاتی فائدہ وابستہ ہوتا ہے، اور جس طرح فطرتاً وعادتاً ہر شخص اپنے کام اور اپنی چیز کو بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش کیا کرتا ہے، اسی طرح اسے اپنی نماز کی بہترائی کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہئے۔

اور حضور ﷺ کے پیچھے سے دیکھنے کا مطلب اہلِ علم حضرات نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

حضورﷺ کو بطور معجزہ یہ صفت عطا فرما دی تھی، جس میں کوئی اشکال والی بات نہیں۔ ۱؎

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَتَمَّ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا وَالْقِرَاءَةَ فِيْهَا قَالَتْ :حَفِظَكَ اللهُ كَمَا حَفِظْتَنِيْ ثُمَّ أُصْعِدَ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَلَهَا ضَوْءٌ وَنُوْرٌ وَفُتِّحَتْ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ ، وَإِذَا لَمْ يُحْسِنِ الْعَبْدُ الْوُضُوْءَ وَلَمْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَالْقِرَاءَةَ فيْهاقَالَتْ :ضَيَّعَكَ اللهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ ثُمَّ أُصْعِدَ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَعَلَيْهَا ظُلْمَةٌ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ ثُمَّ تُلَفُّ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلَقُ ،فَيُضْرَبُ بِهَا وَجْهُ صَاحِبِهَا (مسند الشاميين للطبراني حديث نمبر ۴۱۷ واللفظ لهٔ، شعب الايمان للبيهقي حديث نمبر ۲۸۷۱ ،مسند بزار حديث نمبر ۲۶۹۱، مسند الطيالسي حديث نمبر ۵۸۰، مسند الشاشي حديث نمبر ۱۲۲۵ ،وحديث نمبر ۱۲۲۶) ۲؎

۱؎ قَوْله صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(يَا فُلَان أَلَا تُحْسِن صَلَاتك ؟ أَلَا يَنْظُر الْمُصَلِّي إِذَا صَلَّى كَيْف يُصَلِّي ؟ إِنَّمَا يُصَلِّي لِنَفْسِهِ إِنِّي وَاَللَّه لَأُبْصِر مِنْ وَرَائِي كَمَا أُبْصِر مِنْ بَيْن يَدَيَّ) فِي رِوَايَة (هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا فَوَاَللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعكُمْ وَلَا سُجُودكُمْ إِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاء ظَهْرِي) وَفِي رِوَايَة (أَقِيمُوا الرُّكُوع وَالسُّجُود فَوَاَللَّهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ) قَالَ الْعُلَمَاء :مَعْنَاهُ أَنَّ اللَّه تَعَالَى خَلَقَ لَهُ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدْرَاكًا فِي قَفَاهُ يُبْصِر بِهِ مِنْ وَرَائِهِ ، وَقَدْ اِنْخَرَقَتْ الْعَادَة لَهُ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَكْثَر مِنْ هَذَا ، وَلَيْسَ يَمْنَع مِنْ هَذَا عَقْل وَلَا شَرْع ، بَلْ وَرَدَ الشَّرْع بِظَاهِرِهِ فَوَجَبَ الْقَوْل بِهِ .قَالَ الْقَاضِي :قَالَ أَحْمَد بْن حَنْبَل رَحِمَهُ اللَّه تَعَالَى وَجُمْهُور الْعُلَمَاء :هَذِهِ الرُّؤْيَة رُؤْيَة بِالْعَيْنِ حَقِيقَة .وَفِيهِ الْأَمْر بِإِحْسَانِ الصَّلَاة وَالْخُشُوع وَإِتْمَام الرُّكُوع وَالسُّجُود وَجَوَاز الْحَلِف بِاَللَّهِ تَعَالَى مِنْ غَيْر ضَرُورَة لَكِنْ الْمُسْتَحَبّ تَرْكه إِلَّا لِحَاجَةٍ كَتَأْكِيدِ أَمْر وَتَفْخِيمه وَالْمُبَالَغَة فِي تَحْقِيقه وَتَمْكِينه مِنْ النُّفُوس ، وَعَلَى هَذَا يُحْمَل مَا جَاءَ فِي الْأَحَادِيث مِنْ الْحَلِف (شرح النووی علی مسلم، كتاب الصلاة، باب الأمر بتحسين الصلاة وإتمامها والخشوع فيها)

۲؎ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ اس حدیث کو طبرانی اور بزار کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

رواه الطبراني في الكبير والبزار بنحوه وفيه الاحوص بن حكيم وثقه ابن المديني والعجلي وضعفه جماعة وبقية رجاله موثقون(مجمع الزوائد ج۲ ص ۱۲۲ ،باب فيمن لايتم صلاته ونسي ركوعها وسجودها)

مگر مسند الشامیین طبرانی میں احوص بن حکیم کے بجائے ثور بن یزید ہیں، جو کہ ثقہ اور ثبت ہیں (کما فی تقریب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۱)

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ اچھی طرح وضو کرے، پھر نماز کے لئے کھڑا ہو، پھر رکوع، سجدہ اور قرأت کو صحیح طرح ادا کرے (غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے) تو وہ نماز کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کریں جیسی تو نے میری حفاظت کی، پھر اس نماز کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے، اور یہ نماز روشن اور منور ہوتی ہے، اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

اور جو بندہ اچھی طرح وضو نہ کرے، اور رکوع اور سجدے اور قرأت کو بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز اس کو کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی ضائع کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا، پھر اس نماز کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے، اور اس نماز پر ظلمت طاری ہوتی ہے، اور آسمان کے دروازوں کو اس کے لئے بند کر دیا جاتا ہے، پھر وہ نماز پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے (ترجمہ ختم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ:

أَتِمُّوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِ ظَهْرِي فِي رُكُوعِكُمْ وَسُجُودِكُمْ (نسائی، حدیث نمبر ۱۱۱۶، بَاب الْأَمْرِ بِإِتْمَامِ السُّجُودِ)

ترجمہ: تم رکوع اور سجدوں کو پورے طریقے سے کرو، اللہ کی قسم میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے تمہارے رکوع اور سجدوں میں دیکھتا ہوں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

فسووا صفوفكم وأحسنوا ركوعكم وسجودكم (مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر ۳۷۳۷، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یصلی صلاۃ لا یکملھا)

ترجمہ: تم اپنی صفوں کو درست رکھو، اور اپنے رکوع اور سجدوں کو اچھے طریقے سے کرو (ترجمہ ختم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلَّى

ثُـمَّ سَـلَّـمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ فَأَعْلِمْنِي قَـالَ إِذَا قُـمْـتَ إِلَـى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغْ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلْ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ وَاقْرَأْ بِمَا تَيَسَّـرَ مَعَكَ مِـنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتَّى تَـعْتَـدِلَ قَـائِـمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ وَتَطْمَئِنَّ جَـالِسًـا ثُـمَّ اسْـجُـدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا (بخاری، کتاب الایمان والنذور،باب إذا حنث ناسيا فى الأيمان،حديث نمبر ۶۱۷۴)

ترجمہ: ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے، وہ شخص نماز سے فارغ ہوکر آپ ﷺ کے پاس آیا، اور سلام کیا، آپ نے فرمایا واپس جاؤ، اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ واپس گیا اور (دوبارہ) نماز پڑھ کر پھر آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا، اور فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے (نماز کا طریقہ) بتلا دیجئے، آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رو ہوکر تکبیر کہو، اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو، پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اور اسی طرح ساری نماز میں کرو (ترجمہ ختم)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِءُ صَلَاةٌ لَا يُقِيمُ فِيهَا الرَّجُلُ يَعْنِي صُـلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (ترمذی، حديث نمبر ۲۴۵،كتاب الصلاة، باب ما جاء فيمن لا يقيم صلبه فى الركوع والسجود،نسائی حديث نمبر ۱۰۲۶، ابنِ ماجة حديث نمبر ۸۷۰، مسند احمد،مصنف عبدالرزاق، حديث نمبر ۳۷۳۶، شعب الايمان للبيهقى حديث نمبر ۲۸۶۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی نماز جائز نہیں کہ جس میں آدمی رکوع میں اور سجدے میں اپنی پشت کو سیدھی نہ کرے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب تک رکوع وسجدہ کو اطمینان سے ادا نہ کیا جائے کہ سب اعضاء اپنے اپنے مقام پر ٹھہر جائیں، اس وقت تک نماز جائز نہیں ہوتی ، جس کا مطلب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ واجب رہ جاتا ہے، جس کی وجہ سے نماز کا لوٹانا واجب رہتا ہے، جبکہ بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک ایسی نماز سرے سے ادا ہی نہیں ہوتی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهُ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصَى

(ابو داؤد، حديث نمبر ۹۴۶، كتاب الصلاة، باب في مسح الحصى في الصلاة، واللفظ لهٗ، ترمذی، حديث نمبر ۳۴۶، صحيح ابنِ خزيمة، حديث نمبر ۸۷۲، جماع أبواب الأفعال المكروهة في الصلاة التي قد نهى عنها المصلي، باب الزجر عن تحريك الحصا بلفظ خبر مجمل غير مفسر)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے، تو وہ کنکری (وغیرہ) نہ چھوئے (ترجمہ ختم)

نماز میں کنکری وغیرہ چھونا، خشوع کے خلاف ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے، اس لئے اس سے منع کیا گیا۔

مقالات ومضامین مفتی محمد امجد حسین

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط۳)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (سورۃ النحل آیت نمبر ۱۱۲)

ترجمہ: اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے جو بڑی پُر امن اور مطمئن تھی اس کا رزق اس کو ہر جگہ سے بڑی فراوانی کے ساتھ پہنچ رہا تھا، پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کرتوت کی وجہ سے ان کو یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف ان کا پہننا اور اوڑھنا بن گیا (ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بھوک، فقر وافلاس یعنی معاشی واقتصادی تباہ حالی اور خوف یعنی بدامنی، لاقانونیت اور دشمن کے تسلط وغیرہ بلاؤں میں ان کو پوری طرح گھیر کر جکڑ لیا) (ترجمہ ختم)

قرآن مجید جو آفاقی کتاب ہے اور قیامت تک کے انسانوں کے لئے خداوند قدوس کی بارگاہِ صمدیت سے جاری ہونے والا صحیفہ ہدایت ہے، اس کی آیات بیّنات میں رہتی دنیا تک کیلئے بڑے بنیادی، ٹھوس اور اٹل اصول اور ربانی قوانین مخفی ہیں۔ یہ مذکورہ آیت کریمہ بھی انسانی عروج وزوال کے سلسلے میں، سوسائٹیوں، مدنیتوں، ریاستوں اور سلطنتوں کے لئے ایک بہت بڑے ربانی اصول اور قانون مکافاتِ عمل کو بیان کرتی ہے اس آیت کریمہ کی روشنی میں اس ربانی قانون کی وضاحت ہم تین شقوں میں کریں گے، جو یہ ہیں:

(۱)......مکہ مکرمہ اور زمانہ نبوت کے اہلِ مکہ پر اس آیت میں مذکور قانون کا اجراء ونفاذ۔

(۲)......قرآنی اصطلاح میں خوف اور بھوک کا خدائی عذاب ہونا اور امن، معاشی خوشحالی کا اس کے مقابلے میں اللہ کی بڑی نعمت ہونا، عروج وزوال کے مختلف مرحلوں میں اللہ تعالیٰ کا قوموں اور معاشروں پر اس نعمت اور اس عذاب ومصیبت کا ادل بدل کر الٹ پھیر جاری رکھنا، تا کہ سنبھلنے والے سنبھل جائیں، باز آنے والے باز آجائیں اور نہ ماننے والوں پر حجت کامل درجے میں پوری ہو جائے۔

(۳)......اس آیت میں بیان شدہ قانون دورِ نبوت کے اہل مکہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اہل مکہ پر اس قانون کا اجراء ونفاذ قیامت تک کے معاشروں اور قوموں کے لئے ایک عملی نمونہ اور ماڈل ہے اس بات کا

کہ اس قانون کے نفاذ کی دنیا میں عملی صورت وشکل کیا ہوا کرتی ہے تا کہ لوگوں کو پوری بصیرت وعبرت حاصل ہو اور قانونِ خداوندی کو محض ایک دھمکی آمیز بیان ودعویٰ سمجھ کر غفلت و بےفکری میں نہ پڑے رہیں۔اس شق نمبر۳ میں ہم اس قانونِ قدرت کی تفصیل ذکر کریں گے۔

(۱)......مکہ مکرمہ(زادھا اللہ شرفاً وکرامہ) واہل مکہ پر اس قانون کا نفاذ

اہل مکہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو بڑی نعمتوں سے نوازا تھا ایک امن وسکون، دوم معاشی خوشحالی یعنی رزق و روزی کی کشائش وفراوانی، پھر جب اللہ کی پکڑ ان پر آئی تو یہ دونوں نعمتیں ان سے چھین لی گئیں اور ان نعمتوں کے بالمقابل دو مصیبتیں اور عذاب ان پر مسلط کر دیئے گئے یعنی امن وسکون والی نعمت خوف سے بدل دی گئی اور معاشی خوشحالی کی نعمت بھوک، افلاس فاقہ مستی وقحط سالی سے بدل گئی، مذکورہ دونوں نعمتیں ایک نبی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء کا ثمرہ تھیں تو ان نعمتوں کے بدلے میں مسلط ہونے والے دونوں عذاب دوسرے نبی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعاء وناقدری کا وبال تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کر کے اس کے جوار میں اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ہاجرہ اور لخت جگر حضرت اسماعیل علیہما السلام کو بسا کر اس شہر کی بنیاد رکھتے وقت اس شہر کے حق میں امن کا گہوارہ ہونے کی اور اس کے باسیوں کے حق میں رزق کی فراوانی کی دعا کی تھی (ملاحظہ ہو سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۲۶، سورہ ابراہیم آیت ۳۵ تا ۳۷) ابراہیم خلیل اللہ کی ان دونوں دعاؤں سے اہل مکہ صدہا سال تک فیضیاب ہوتے رہے اور ان دعاؤں کے ثمرات سمیٹتے رہے۔

حالانکہ مکہ کے اطراف وجوانب پورے جزیرہ عرب میں قتل وغارت گری، لوٹ مار، بدامنی کا بازار گرم تھا اور فقر وافلاس کا عالم طاری تھا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل مکہ پر اپنے یہ دونوں احسانات جتلائے ہیں ایک جگہ فرمایا ہے کہ کیا یہ اہل مکہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کے شہر کو پُرامن حرمت والا مقام بنایا ہے حالانکہ ان کے گردوپیش میں اودھم مچا ہوا ہے لوگ اُچک لئے جاتے ہیں یعنی بدامنی کا دور دورہ ہے (ملاحظہ ہو سورۃ عنکبوت آیت نمبر ۶۷)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ قریش کے لوگوں کو چاہیئے کہ اس گھر (بیت اللہ) کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک کے عالم میں کھانا دیا اور بدامنی سے محفوظ رکھا (امن وسکون دیا) (ملاحظہ ہو سورۃ قریش)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سال جانگسل محنت اور ہر طرح

کی قربانیوں سے بھی جب یہ اہل مکہ ہدایت کی روشنی میں آنے سے باز رہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کو ہجرت کا حکم دیکر اپنی یہ نعمت ان سے واپس لے لی اور انصار مدینہ کی جھولیوں میں ڈالدی جنہوں نے نبوت اور ہدایت کی اس دولت کی پورے دل وجان سے قدردانی کی یوں ہجرت کے بعد سینکڑوں سال سے فراہم ان دونوں نعمتوں سے قریش کی محرومی کا عمل شروع ہوا۔

امن وسکون والی نعمت تو بدر واحد، اور جنگ احزاب کے میدانوں میں خاک میں رُل گئی، بدر کے میدان میں قریش مکہ کے ستر بڑے بڑے سورما اور صنادید جو ایک سے بڑھ کر ایک فرعونِ زمانہ تھے خاک وخون میں تڑپے اور ان کی لاشیں گریں اور ستر بڑے بڑے، جنگی قیدی بنے۔ دوسری نعمت معاشی خوشحالی اور رزق وروزی کی فارغ البالی سات سالہ ہولناک قحط سالی سے بدل گئی جس میں ان کو خاک چاٹنے اور خون کے گھونٹ پینے کی نوبت آئی ایسی فاقہ مستی کے دن ان کو دیکھنے پڑے کہ گھاس پتے چبانے، مردار کھانے کے بعد یہاں تک بھی نوبت پہنچی کہ جانوروں کی کھال، ہڈیاں تک جلا جلا کر ان کی راکھ وسفوف پانی سے پھانکا کئے، اس قحط سالی کا کچھ اجمالی ذکر سورۃ دخان کی آیت ۱۰ تا ۱۳ میں بھی آیا ہے۔

سورۃ دخان کی ان آیات کی تفسیر میں بغوی معالم التنزیل میں رقم طراز ہیں:

اِبْتَلَاهُمَ اللّٰهُ بِالْجُوْعِ سَبْعَ سِنِیْنَ وَقَطَعَتِ الْعَرَبُ عَنْهُمُ الْمِیْرَةَ بِاَمْرِهٖ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حَتّٰی جَهَدُوْا وَ اَكَلُوا الْعِظَامَ الْمُحَرَّقَةَ وَالْجِیَفَ وَالْكِلَابَ الْمَیْتَةَ وَالْعِهْنَ وَهُوَ الْوَبَرُ یُعَالِجُ بِالدَّمِ حَتّٰی كَانَ یَنْظُرُ اِلَی السَّمَاءِ فَیَرٰی شِبْهَ دُخَانٍ مِنَ الْجُوْعِ (بغوی ۸۸/۳)

قصہ مختصر یہ کہ مذکورۃ الصدر آیت جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بستی، ایک معاشرے پر اول اپنے دو بڑے انعامات امن ومعاشی خوشحالی کی نوازش کرنے اور پھر ان کے کفرونافرمانی کی پاداش میں انہیں خوف وبھوک کی صورت میں اپنی گرفت اور پکڑ وعذاب میں مبتلا کرنے کی مثال بیان فرمائی ہے نزولِ قرآن کے زمانے میں اس کی بڑی واضح مثال مکہ کی ریاست اور معاشرے کی ہے۔

(۲)...... بظاہر ایک واقعہ لیکن حقیقت میں قانونِ قدرت

مذکورۃ الصدر آیت میں بظاہر تو ایک بستی (علاقہ) کا حال اور واقعہ بیان ہوا ہے جس کو ایک عام آدمی محض ایک واقعہ ہی سمجھتا ہے لیکن قرآن مجید کے اندازِ تفہیم، اسالیبِ بیان اور معجز بیانی کا جو کچھ بھی ذوق اور

واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ قرآن مجید ربانی اصولوں، آفاقی قوانین اور کائنات کو وجود بخشنے والے رب کے مقرر کردہ نوامیسِ فطرت اور ابدی و سرمدی حقائق کو جا بجا یونہی قصص و واقعات اور اخبار و امثال کے ظاہری، حسی پردے میں مخفی و مستور کر کے بیان کرتا ہے اس لئے قرآنی قصص، اخبار و امثال کا اختتام عموماً اس نتیجہ پر ہوتا ہے یعنی اس قسم کے کلمات پر قصہ مکمل ہوتا ہے

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (اٰل عمران ۱۳) **لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ** (یوسف ۱۱۱) **إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهٰى** (طٰہٰ ۱۲۸) **وَذِكْرٰى لِأُولِي الْأَلْبَابِ** (ص ۴۳) **إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرٰى لِأُولِي الْأَلْبَابِ** (الزمر ۲۱) **هُدًى وَذِكْرٰى لِأُولِي الْأَلْبَابِ** (غافر ۵۴) **إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ** (سبا ۱۹)

یعنی ان قصص، حکایات، اخبار و امثال اور امِم ماضیہ کے واقعات و سانحات میں عقلمندوں کے لئے، بصیرت والوں کے لئے، سمجھداروں کے لئے، شکر گزار اور اللہ کے صابر و فرمانبردار بندوں کے لئے، نصیحت ہے، سبق ہے، نشانیاں ہیں (خدائی قوانین کو سمجھنے کے لئے)، عبرت ہے، بصیرت ہے۔ جو کوئی ان قصص و امثال سے ان میں مخفی نصیحت و تذکیر پالے، ان میں پوشیدہ قانونِ الٰہی اور اصولِ فطرت کی تہہ تک پہنچ جائے اور زندگی کا سفر اس قانونِ الٰہی کی روشنی میں کرے، اس اصولِ فطرت کو ملحوظ رکھ کر کرے، تو وہ مراد کو پا گیا، مقصود کو پہنچ گیا اور قرآنی صحیفہ ہدایت کی اصل روح کو اس نے اپنے اندر جذب کر لیا۔

پس قرآنی قصص و واقعات میں سے ایک تو وہ ہیں جو واقعۃً سابقہ امتوں اور گذشتہ قوموں کی تاریخ و جغرافیہ اور ان کے عروج و زوال اور جزا و سزا کے واقعات پر مشتمل ہیں جیسے قومِ نوح، عاد و ثمود، فرعون و بنی اسرائیل وغیرہ کے اخبار و آثار، جبکہ دوسری قسم ان آیات بینات کی ہے جن میں اسلوب بیان ایک واقعہ کا رکھا گیا ہے لیکن حقیقتاً وہاں کسی خاص قوم یا فرد کا واقعہ و قصہ پیش کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ قیامت تک کے لئے ایک عام ربّانی اصول بیانی و واقعاتی پیرائے میں پیش کرنا مقصود ہوتا ہے، وہ اصول پھر جہاں جہاں منطبق ہوتا چلا جاتا ہے، مفسرین اس کو ان مختلف مظاہر و واقعات پر منطبق کرتے چلے جاتے ہیں، شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے ''الفوز الکبیر'' میں اس آیت کو (ضرب الله مثلاً قرية الخ، جس پر یہ ساری بحث چل رہی ہے) اسی قسم میں شامل فرمایا ہے کہ بظاہر واقعہ ہے اور حقیقت میں واقعہ نہیں بلکہ انسانی

نسلوں کے لئے ایک خدائی قانون کا بیان ہے (صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کی تفسیروں میں اس نوع کے مزید نمونے جاننے کے لئے ملاحظہ ہو، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ باب دوم فصل سوم)

(۳)......آیت میں مذکور قانونِ قدرت کی تفصیل

پسِ منظر اس قانون کا یہ ہے کہ انسانی تاریخ کے ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے (اور قیامت تک ہوتا رہے گا) کہ انسانی افراد، ازدواج واولاد کے مرحلوں سے گزر کر خاندان، پھر کئی خاندانوں کے مجموعے سے ایک برادری، مختلف برادریاں مل کر قوم اور قبیلے بنتے ہیں، مختلف قوم اور قبیلے الگ الگ معاشروں اور سوسائٹیوں کی تشکیل کرتے ہیں۔ الگ الگ تہذیب وتمدن وجود میں آتے ہیں، جو ارتقاء کے مختلف مراحل طے کر کے بستیوں، شہروں، ریاستوں اور سلطنتوں کی شکل اختیار کرتے ہیں۔

انسانی آبادی کے ایسے ایک مجموعے کو جو ایک علاقے میں بود وباش رکھتے ہوں، اجتماعی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہوں، رہن سہن، لین دین، میل جول، رشتے ناطے اور تعاون وتناصر میں باہم جڑے ہوئے ہوں، قرآن مجید ان الگ الگ انسانی مجموعوں، سوسائٹیوں اور معاشروں کو ان عنوانات سے تعبیر کرتا ہے، امت، امم، قوم، قریہ، اہل القریٰ، قرن، قرون۔ [۱]

امت مسلمہ سے پہلی امتوں میں یعنی پہلے زمانوں میں ان الگ الگ سوسائٹیوں اور انسانی معاشروں کے پاس اللہ تعالیٰ الگ الگ مستقل انبیاء ان کی ہدایت کے لئے بھیجتے اور مبعوث فرماتے رہے ہیں۔ خواہ یہ قوم، قبیلہ، معاشرہ، انسانی سوسائٹی کسی ایک شہر وبستی تک محدود ہوتی یا کئی بڑے بڑے شہروں میں پھیلی ہوتی، یا ایک متمدن ریاست وسلطنت کی تشکیل کر کے وسیع خطہ زمین اور بڑے ملک میں بود وباش رکھتی اور ایک پورے ریاستی نظام کی حامل ہوتی (زندگی کے ایک اجتماعی نظم میں منسلک ہونے یا ایک نبی کے مخاطب ہونے کی وجہ سے ایک قوم یا ایک امت کہلاتی تھی) جیسے اس زمانے میں بھی چھوٹی بڑی ہر طرح کی سلطنتیں اور ریاستیں دنیا میں موجود ہیں، ایک طرف چین، بھارت، ریاستہائے متحدہ امریکہ، کناڈا

---

[۱] چند نمونے ملاحظہ ہوں:

و کم من قریة اھلکنٰھا فجاء ھا باسنا بیاتا اوھم قائلون(الاعراف ۴) وعادا و ثمودا واصحاب الرس وقرونا بین ذالک کثیرا (الفرقان ۳۸) وانشأنا من بعدھم قرناً آخرین (الانعام ۶).افأ من اھل القریٰ ان یاتیھم باسنا (الاعراف ۹۷) تلک القریٰ نقص علیک من انبائھا (الاعراف ۱۰۱) وان من امة الا خلافیھا نذیر(فاطر ۲۴) ان تکذبوافقد کذب امم من قبلکم (العنکبوت ۱۸)

Idara Ghufran

(کینیڈا) اور پاکستان جیسی وسیع وعریض رقبوں پر پھیلی ریاستیں اور قومیں ہیں جو جدید سولائزیشن کے تحت ایک اکائی ایک یونٹ، ایک ملک، ایک قوم کی حیثیت سے شمار میں آتی ہیں اور ایک ہی آئین وقانون کے تحت منظّم ہیں خواہ داخلی طور پر ہر ملک و ریاست میں کتنی ہی مختلف زبانوں، رسوم و رواج اور عقائد و نظریات والی الگ الگ قومیں، فرقے، گروہ اور طبقے پائے جاتے ہوں، تو دوسری طرف کویت، قطر، اور عیسائیوں کی مذہبی ریاست ویٹی کن سٹی (جو شائد ایک قصبے جتنی بھی نہ ہو) جیسی چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور ملک بھی موجود ہیں جو باوجود اس کے کہ اپنے سے بڑے ممالک کے ایک شہر یا ضلع جتنے رقبے پر مشتمل ہوں، لیکن وہ ایک الگ قوم، الگ ملک، الگ ریاست شمار ہوتی ہیں جن کا اپنا پرچم، اپنی فوج، اپنی کرنسی، اپنی داخلہ وخارجہ پالیسی، اپنا آئین وقانون اور اپنی آزادانہ حیثیت ہوتی ہے، دنیا میں اپنا الگ تشخص و تعارف، اپنی جداگانہ حیثیت اور متمیز پہچان رکھتی ہیں اور مستقل قوم شمار ہوتی ہیں، پس حاصل اس قانونِ قدرت کا یہ ہوا کہ انسانی تاریخ کے طول طویل دورانیے میں ہر زمانے میں ایسا ہوتا رہا ہے اور (نزول قرآن کے بعد) آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا کہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی اور چپے چپے پر آباد انسانی نسلیں، اقوام وملل، قرون وامم، آبادیاں اور سوسائٹیاں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمتِ بالغہ کے تحت عقلِ خداداد کی روشنی میں انسانی صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے زمین اور ملک میں پھیلی ہوئی خدا کی نعمتوں سے استفادہ کر کے درجہ بدرجہ ارتقاء کے مراحل طے کرتی رہیں گی، عروج اور ترقی کی طرف بڑھتی رہیں گی، اللہ تعالیٰ دنیوی آسودگی وکشائش اور امن وخوشحالی کے دروازے ان پر کھول دیتے ہیں، زمین سونا اُگلتی ہے، اناج، غلوں، پھلوں وترکاریوں، نبات و جماد اور معدنیات کے خزانے لٹاتی ہے۔ آسمان سمندروں سے پانی کے ڈول بھر بھر کر بادلوں کے کاندھے پر پانی کے ذخیرے لا دلا د کر دشت وجبل میں، گلشن وصحرا میں بادلوں کو دوڑا پھرا کر زمین کو گلِ گلزار وسدا بہار بناتے ہیں، زمین کے چپے چپے میں ندی، نالے، چشمے، نہرو دریا رواں دواں ہو جاتے ہیں، زراعت وتجارت کی گرم بازاری ہوتی ہے، غرضیکہ ملک وعلاقے میں، شہر وبستی میں امن وخوشحالی اور رزق کی فروانی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ فارغ البالی وخوشحالی کے یہ حالات انسانوں کو زیادہ دیر تک راس نہیں آتے، قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نعمتوں سے نواز کر قوموں اور ملتوں سے ایمان وعمل صالح اور خدا پرستی کی زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن نفس وشیطان کی شکل میں شر کی دو بڑی قوتیں بھی آزمائش وامتحان کے لئے انسان

کے ساتھ لگی ہوئی ہیں بلکہ انسان کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں، چنانچہ ہوتا یہی آیا ہے اور اب بھی یہی نقشہ دنیا میں قائم ہے کہ امن وخوشحالی کے جلو میں کفر وسرکشی، الحاد ودھریت، فواحش ومنکر اور ظلم وعدوان، ہمرکاب چلے آتے ہیں۔ اور چونکہ دنیا دارالامتحان اور دنیوی زندگی امتحان کا مرحلہ ہے اس لئے قدرت اس سرکشی پر فوراً گرفت نہیں کرتی، امن وخوشحالی کی وہ بساط لپیٹ نہیں دیتی جس کا اوپر نقشہ کھینچا گیا ہے، بلکہ مہلت دیجاتی ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ اولادِ آدم، مسجود ملائک مخلوق بغاوت وطغیان کی دلدل میں کس حد تک اترتی ہے۔ گراوٹ وگمراہی کی گھاٹیوں میں کہاں تک بھٹکتی ہے؟ عموماً نعمتوں میں، خوشحالی میں اور ترقی دی جاتی ہے، ترقی کے نئے نئے راستے، بلند پروازی وعروج کے نئے نئے امکانات مادیت کی آنکھ سے دکھائی دینے لگتے ہیں، نفس وشیطان اس مزید عروج وترقی کے پورے نقشے میں کفر وسرکشی کا رنگ بھر کر مادیت زدہ انسان کے سامنے اسے منزل مقصود بنا کر پیش کرتے ہیں۔ نتیجۃً آخرت فراموش، خدا ناآشنا انسان زیادہ سے زیادہ کفر وسرکشی کے عوض اس موہوم منزل اور اس خیالی مقصود کو حاصل کرنے کے لئے بے چین و مضطرب ہوجاتا ہے، کفر ونافرمانی اور قانونِ قدرت واصولِ فطرت سے بغاوت کی ان حدوں تک پہنچ جاتا ہے جو قانون فطرت میں ڈھیل کی آخری حد ہوتی ہے، بس اس کے بعد پھر دنیوی عذاب کا مرحلہ شروع ہوجاتا ہے، امن وسکون، خوف وبدامنی سے، معاشی خوشحالی ورزق کی فراوانی، قحط سالی وفاقہ مستی سے بدلنے لگتی ہے۔ یہ خوف وبدامنی کبھی قدرتی آفات کی صورت میں رونما ہوتی ہے اور کبھی انسانی دست برد اور ظلم وزیادتی کی صورت میں اور کبھی اکٹھے یا یکے بعد دیگرے دونوں چیزیں مسلط کی جاتی ہیں اور یہی حال قحط سالی وفاقہ مستی کا بھی ہے کہ خشک سالی وقحط ہوکر انسان عذاب کے کوڑے کی گرفت میں آئے یا منجانب اللہ کوئی اور باجبروت قوم ان پر مسلط کر کے ان کو عذاب کا مزہ چکھا کر خاک چٹائی جائے۔

آپ ذرا اندازہ لگائیں کہ قوموں کو، ملکوں کو، معاشروں ومدنیتوں کو، انسانی نسلوں کو اگر ان کے حال پر ہی چھوڑ دیا جاتا، ظلم وطغیانی، کفر وسرکشی کے باوجود عروج کے بعد زوال کا سلسلہ نہ ہوتا، امن وفارغ البالی کے بعد، خوف وفاقہ مستی کا مرحلہ نہ آتا تو یہ دنیا فساد سے لبالب بھر کر کبھی کی تباہ ہوچکی ہوتی، یہاں انسانوں کی بجائے انسان نما درندے ہی صرف آباد ہوتے جن کو لذتِ درندگی سے کام ودہن کو شاد کام کرنے کے سوا کوئی کام ہی نہ ہوتا، اگر فرعون ونمرود کو شداد وسکندر اعظم کو، چنگیز وہلاکو کو، نپولین بوناپارٹ اور برٹش ایمپائر کو، سائبیریا کے سرخ برفانی ریچھ سوویت روس کو ایک لمبے عرصے تک عروج کے بعد زوال آشنا نہ کیا جاتا تو کیا ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا تھا جو دنیا کو اپنی چنگل سے نکلنے کی اجازت دیتا، زمین کے خزانوں پر

اپنے علاوہ کسی کا حق تسلیم کرتا، انسانی نسلوں کے گلے میں اپنی غلامی کا پھندا ڈالنے کی بجائے ان کو اللہ کی مخلوق تسلیم کرتا، ہرگز نہیں۔

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں — سو بار ہوئی حضرتِ انساں کی قبا چاک

تاریخِ امم کا یہ پیامِ ازلی ہے — صاحبِ نظراں! نشۂ قوت ہے خطرناک

آج وقت کا ایک اور طاغوت، طاغوت اعظم عروج کا مرحلہ سر کر کے زوال و انحطاط کی گھاٹیوں کے کنارے ڈگمگا رہا ہے، ایک سفید سامراجی ہاتھی ہے، جس نے بحر اوقیانوس کے اُس پار کچھار و کمین گاہ بنا رکھی ہے، دوسری صدی بیت رہی ہے کہ اس کے ہاتھوں انسانیت کی قبا چاک ہو رہی ہے اور زمین فساد سے بھر چکی ہے، کمزور قوموں کی زندگی، جہنم کا نمونہ بن چکی ہے۔ وائٹ ہاؤس کی منڈیر پر بیٹھا یہ سفید سامراجی ہاتھی اب جس طرح قانون مکافاتِ عمل کے تحت قدرت کے ہاتھوں منقار زیر پر ہے مجھے اس کے متعلق کوئی لمبا چوڑا تبصرہ و تجزیہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس کی رسوائیوں اور ڈھٹائیوں کے فسانے تو آج ہر قلم، ہر زبان پر ہیں، لیکن مجھے ایک اور چیز کا دکھ ہے جس کی ٹیسیں میری رگِ جاں کے چرچے و قریب اٹھتی ہیں، وہ دکھ میرے اپنے دیس کا ہے، میرے وطن کا ہے، مملکتِ خداداد پاکستان کا ہے جس کا وجود میں آنا اور ناگفتہ بہ حالات میں قائم دائم رہنا بیسویں صدی میں اسلام کے معجزات میں سے ہے، خدا کی نشانیوں میں سے ہے میرے لاشعور میں یہ شعور گہرا ہوتا جا رہا ہے، کہ آیت ضرب الله مثلاً قرية کا پہلا مرحلہ ''كانت آمنة مطمئنة ياتيها رزقها رغدا من كل مكان'' ناقدری کے ساتھ گزار کر یہ دوسرے مرحلے ''فكفرت بانعم الله فاذاقها الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون'' کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے، اور بدقسمتی سے ناعاقبت اندیش پنجوں میں پھنسا ہوا ہے جو زوال و ہلاکت کی پگڈنڈی پر ہی آگے بڑھتے رہنے پر مصر ہیں۔

رجوع و انابت اور تلافی مافات کی صورت میں یوٹرن لینے پر آمادہ نہیں۔ کچھ اس درد کا درمان ہم نے سوچنا ہے کہ ہم سب اسی ایک کشتی کے سوار ہیں۔

شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابے چنین حائل — زحالِ ما بے خبر سبکسارانِ ساحلہا

ایک ٹیس سی اُٹھتی ہے رگِ جاں کے قریب — شائد کہ آ پہنچے ہم کوچۂ جاناں کے قریب

(جاری ہے......)

مقالات ومضامین درجة الفجر والشفق مفتی محمد رضوان

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط ۳)

جمہور متقدمین ومتاخرین کا قول وعمل صبح صادق کے طلوع وشفقِ ابیض کے غروب کے وقت سورج کے 18 درجے زیرِ افق ہونے کے مطابق ہے، ان کی عبارات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۴)......ابوعبداللہ محمد بن جابر بن سنان بتانی کا حوالہ

ابوعبداللہ محمد بن جابر بن سنان بتانی (المتوفیٰ ۳۱۷ھ) کی کتاب ''زیج'' کے حوالہ سے محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی لکھتے ہیں:

وَاِذَا اَرَدْتَّ وَضْعَ مُقَنْطَرَاتِ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَمُغِيْبِ الشَّفَقِ فَتَضَعُ رَأْسَ الْجَدِيِّ عَلٰى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فِي الْمُقَنْطَرَاتِ (الزيج، الثانی عشر فی صناعة عمل الاسطرلاب، كذافی ايضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراكشی ص ۱۳)

ترجمہ: اور جب طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کے مقنطرات کو رکھنا چاہیں، تو رأسِ جدی کو مقنطرات میں ۱۸ درجے پر رکھیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن جابر بتانی کے نزدیک طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق ۱۸ درجے زیرِ افق ہے۔

محمد بن جابر بتانی علمِ فلکیات اور ارصاد میں معتبر اور مستند شخصیت شمار کی جاتی ہیں، انہوں نے تیسری صدی میں طویل ارصادات قائم کئے ہیں۔ [۱]

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان مسلمان اصحابِ فلکیین نے رصدگاہوں کے ذریعہ سے جو ۱۸ درجے کا وقت معلوم کیا، وہ صبح صادق وفجرِ حقیقی سے متعلق تھا، نہ یہ کہ رصدگاہیں قائم کرنے کے باوجود یہ حضرات کاذب کا

---

[۱] البتانی *صاحب الزيج المشهور، أبو عبد الله، محمد بن جابر بن سنان الحرانی البتانی، الحاسب المنجم، له أعمال وأرصاد وبراعة فی فنه، وكان صابئا ضالا، فكأنه أسلم وتسمی بمحمد، وله تصانيف فی علم الهيئة......توفی البتانی سنة سبع عشرة وثلاث مئة. (سير اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۵۱۸)

وقت تو معلوم کرتے رہے، جس سے کہ نہ کوئی شرعی حکم وابستہ ہے، اور نہ دنیوی۔
اور صادق کا درجہ معلوم کرنے سے غافل وقاصر رہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

(۵)......ابوالحسن عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد بن سہل الصوفی کا حوالہ

اور تیسری صدی ہجری کے مشہور صاحبِ فلکیات ابوالحسن عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد بن سہل الصوفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۳۷۶ھ) اپنی تصنیف ''کتاب العمل بالاسطرلاب'' میں خاص ''طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق'' کا باب قائم کرکے فرماتے ہیں:

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الْاُسْطُرْلَابِ هَاتَانِ الْقَوْسَانِ مَخْطُوْطَيْنِ فَضَعْ نَظِيْرَ جُزْءِ الشَّمْسِ عَلٰى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءً ا مِنْ اَجْزَاءِ الْاِرْتِفَاعِ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَغْرِبِ اِنْ اَرَدْتَّ الطُّلُوْعَ لِلْفَجْرِ اَوْ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ اِنْ اَرَدْتَّ مُغِيْبَ الشَّفَقِ ، وَانْظُرْ رَأْسَ اَيِّ كَوْكَبٍ شِئْتَ عَلٰى كَمْ وَقَعَ مِنْ اَجْزَاءِ الْاِرْتِفَاعِ فَارْصُدْ ذٰلِكَ الْكَوْكَبَ حَتّٰى يَصِيْرَ اِرْتِفَاعُهٗ ذٰلِكَ الْمِقْدَارَ وَهُوَ وَقْتُ الْفَجْرِ اَوْ مُغِيْبِ الشَّفَقِ اَيًّا عَمِلْتَ لَهٗ (باب فی معرفة طلوع الفجر ومغیب الشفق ، کذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ،لمحمد بن عبدالوھاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص ۱۲)

ترجمہ: پھر اگر اسطرلاب میں یہ قوسیں مخطوط نہ ہوں، تو (طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ) آپ سورج کے جزء کی نظیر کو ۱۸ درجے پر رکھیں مغرب کی طرف کے ارتفاع کے اجزاء کے مقابلہ میں، جبکہ آپ طلوعِ فجر کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہوں، یا مشرق کی طرف رکھیں، جبکہ آپ غیوبِ شفق کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہوں، اور دیکھیں کہ جس کوکب کے سرے کا آپ نے ارادہ کیا ہے وہ اجزائے ارتفاع میں سے کتنی مقدار پر واقع ہوا ہے۔
پھر آپ اس کوکب پر نظر رکھیں، یہاں تک کہ اس کا ارتفاع اس (۱۸ درجے کی) مقدار کا ہوجائے، تو یہی فجر کا وقت یا غیوبِ شفق کا وقت ہے، جس کے لئے بھی آپ نے عمل کیا ہے (ترجمہ ختم)

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ابوالحسن صوفی رحمہ اللہ کے نزدیک طلوعِ فجر وصبح صادق ۱۸ درجے

پر ہوتی ہے، اور فجر کا وقت اسی درجے سے شروع ہوتا ہے۔

ابوالحسن عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد بن سہل الصوفی رحمہ اللہ فلکیات کے مشہور علماء میں شمار کئے جاتے ہیں، اور انہوں نے اس موضوع پر متعدد تالیفات فرمائی ہیں۔ [1]

(۶)......ابوحیان التوحیدی کا حوالہ

ابوحیان التوحیدی (المتوفی ۴۰۰ھ) لکھتے ہیں:

اَلْقَوْسُ آخَرُ اِنْحِطَاطِهَا فِیْ ثَمَانِیَ عَشَرَةَ دَرَجَةً مِّنْهُ (البصائر والذخائر، ج ۱ ص ۱۱۶)

ترجمہ: سورج کے آخری انحطاط کا قوس اس کے ۱۸ درجے میں ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہی سورج کی روشنی کا آخری انحطاط (یعنی طلوعِ صبح صادق وغروبِ شفقِ ابیض، جس کو فقہائے کرام نے سورج کا آخری اثر قرار دیا ہے، کما مر) ۱۸ درجے پر ہونا معلوم کیا جاچکا تھا۔

---

[1] أبو الحسن عبد الرحمن بن عمر بن محمد بن سهل الصوفي، أحد أشهر فلكي القرن الثالث الهجري / التاسع الميلادي. ولد بالري بالقرب من طهران عاصمة إيران حاليا............ أما مؤلفات الصوفي الأخرى فهي: كتاب الأرجوزة في الكواكب الثابتة، كتاب التذكرة، كتاب مطارح الشعاعات، كتاب العمل بالأسطرلاب (علماء فلك العرب، http://www.yabeyrouth.com/pages/index987.htm)

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ و فتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی و تحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر 18

''وَصْلُ الشُّعُوْرِ بِصُوْرَةِ الزُّوْرِ'' یعنی بالوں میں وصل کی تحقیق

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

بسلسلہ :تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ صفر: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

☐......**ماہِ صفر ۳۵۱ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن جعفر بن احمد بن خلیع بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۴۰۸)

☐......**ماہِ صفر ۳۵۴ھ**: میں حضرت ابوالحسن شاکر بن عبداللہ مصیصی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (تاریخِ بغداد ج ۹ ص ۳۰۰)

☐......**ماہِ صفر ۳۵۵ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن عباس بن عبیداللہ مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۳۳۰)

☐......**ماہِ صفر ۳۵۶ھ**: میں حضرت ابوعباس محمد بن احمد بن حمدان بن علی بن عبداللہ بن سنان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۹۶)

☐......**ماہِ صفر ۳۵۷ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن سلیمان بن محمد بن سلیمان بن ابان بن اصفروخ رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۱۷)

☐......**ماہِ صفر ۳۵۸ھ**: میں حضرت ابوالحسین ثوابہ بن احمد بن عیسی بن ثوابہ بن مہران بن عبداللہ موصلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۷ ص ۱۴۹)

☐......**ماہِ صفر ۳۵۹ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن یوسف بن احمد بن خلاد بن منصور بن احمد بن خلاد عطار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۲۲۰)

☐......**ماہِ صفر ۳۶۰ھ**: میں حضرت ابوعلی عیسیٰ بن محمد بن احمد جریجی طوماری بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۶۵، تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۷۶)

☐......**ماہِ صفر ۳۶۱ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن حارث بن اسد خشنی قیروانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۰، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۰۲)

☐......**ماہِ صفر ۳۶۲ھ**: میں حضرت ابوالعباس اسماعیل بن عبداللہ بن محمد بن میکال رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۵۷)

☐......**ماہِ صفر ۳۶۴ھ**: میں حضرت ابوہاشم عبدالجبار بن عبدالصمد بن اسماعیل مقری سلمی رحمہ اللہ کی

وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۵۳)

□......**ماہِ صفر ۳۶۵ھ:** میں حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ بن وصیف حلاء کی وفات ہوئی، آپ مشہور شاعر تھے(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۲۲)

□......**ماہِ صفر ۳۶۶ھ:** میں اندلس کے امیر امیر المومنین ابوالعاص حکم بن عبدالرحمٰن بن محمد کی وفات ہوئی، آپ کا لقب المستنصر باللہ اموی مروانی تھا(سیر اعلام النبلاء ج۸ ص ۲۷۱)

□......**ماہِ صفر ۳۶۹ھ:** میں ابوحفص عمر بن احمد بن یوسف کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص۲۵۷)

□......**ماہِ صفر ۳۷۰ھ:** میں معروف حکیم ابوعلی حسین بن عبداللہ بن حسن بن علی بن سینا بلخی بخاری کی ولادت ہوئی، آپ ابنِ سینا کے نام سے مشہور تھے، اور علمِ طب میں ''القانون'' آپ کی مشہور کتاب ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۵۳۴)

□......**ماہِ صفر ۳۷۱ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ عبدالکریم بن علی بن احمد بن علی بن حسن بن عبداللہ تمیمی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۸۲)

□......**ماہِ صفر ۳۷۲ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن جعفر بن احمد بن حسین بن وہب حریری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۱۵۴)

□......**ماہِ صفر ۳۷۴ھ:** میں حضرت ابورفاعہ عبدالغنی بن احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ بن منصور بن کعب بن یزید رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۳۹)

□......**ماہِ صفر ۳۷۵ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن نصیر بن عبداللہ نصیری نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۳۲۲)

□......**ماہِ صفر ۳۷۶ھ:** میں حضرت ابوالحسین علی بن حسن بن جعفر بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص۳۸۵)

□......**ماہِ صفر ۳۷۷ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن زید بن علی بن جعفر بن محمد بن مروان بن راشد ابزاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۲۸۹)

□......**ماہِ صفر ۳۷۸ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ابوالعباس محمد بن عباس بن احمد بن عصم بن ابی ذہل عصمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۸۲)

□......**ماہِ صفر ۳۸۰ھ:** میں حضرت ابونصر محمد بن علی بن احمد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن حبان رزاز

رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(تاریخ بغداد ج ۳ص ۱۰۴)

□......ماہِ صفر ۳۸۱ھ: میں ابومحمد عبیداللہ بن احمد بن معروف بغدادی کی وفات ہوئی، آپ ابنِ معروف کے نام سے مشہور تھے(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۲۷)

□......ماہِ صفر ۳۸۴ھ: میں حضرت ابوالقاسم اسماعیل بن اسحاق بن ابراہیم قیسی قرطبی مالی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۰۳)

□......ماہِ صفر ۳۸۵ھ: میں حضرت ابوالقاسم اسماعیل بن عباد بن عباس طالقانی کاتب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۱۴)

□......ماہِ صفر ۳۸۶ھ: میں حضرت ابومنصور محمد بن محمد بن علی بن ابی تمام ہشامی زینبی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۳ص ۲۳۸)

□......ماہِ صفر ۳۸۷ھ: میں حضرت ابونصر محمد بن محمد بن علی بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب ہاشمی عباسی بغدادی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۴۴۳)

□......ماہِ صفر ۳۸۸ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن حسین بن محمد بن مہران مروزی حدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۷۰)

□......ماہِ صفر ۳۸۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن قاضی ابوحنیفہ نعمان بن محمد مغربی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۴۸)

□......ماہِ صفر ۳۹۱ھ: میں حسام الدولہ مقلد بن میسّب بن رافع بن مقلد عقیلی کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۶)

□......ماہِ صفر ۳۹۲ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن محمد بن یحییٰ بن شعیب شیبانی انباری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۲۰۵)

□......ماہِ صفر ۳۹۵ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا بن محمد بن حبیب قزوینی رازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۰۵)

□......ماہِ صفر ۳۹۶ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن عمر بن علی بن خلف بن محمد بن زنبور بن عمرو بن تمیم وراق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۳ ص ۳۶)

□......ماہِ صفر ۳۹۹ھ: میں اندلس کے امیر ہشام مؤید باللہ بن المستنصر باللہ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۲۴)

Idara Ghufran

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کے احکام: قسط ۱۷)

مفتی محمد امجد حسین

سجدہ سہو کے مسائل

قعدہ میں سہو کی مختلف صورتیں

پہلے قعدہ میں تشہد پر کتنے اضافہ سے سجدہ سہو لازم ہوگا؟

فرض، واجب یا سنن مؤکدہ (تین یا چار رکعت والی نماز) میں پہلے قعدہ میں بھول کر تشہد عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھنے کے بعد درود شرف اللھم صل علیٰ محمد تک کم از کم پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اس سے کم میں واجب نہ ہوگا۔ ایک اور قول وعلیٰ آل محمد تک پڑھنے پر سجدہ سہو واجب ہونے کا بھی ہے کہ اس سے کم پڑھنے پر واجب نہ ہوگا۔ [۱]

(کوئی اس دوسرے قول کے مطابق عمل کرے تو اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے) باقی نفل یا سنن غیر مؤکدہ (جیسے عصر وعشاء کے فرضوں سے پہلے کی چار سنتیں ہیں) کے پہلے قعدہ میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنے سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا بلکہ ان نمازوں میں درود شریف پہلے قعدہ میں بھی پڑھنا مستحب ہے۔

تشہد کے بجائے بھول کر فاتحہ (یا کوئی بھی سورت) پڑھ لی

تشہد میں قرأت کرنے (فاتحہ وغیرہ کوئی بھی سورت پڑھنے) کی ایک صورت تو یہ ہے کہ قعدہ میں بیٹھ کر پہلے قرأت کر لی (یعنی کم از کم تین دفعہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ کی مقدار میں قرأت کی ہو، چونکہ ان تین تسبیحات میں بیالیس حروف مقروءہ بنتے ہیں تو مثلاً اگر فاتحہ پڑھی تو مالک یوم الدین کی ی تک بیالیس حروف بنتے ہیں پس اگر التحیات کی جگہ بھول کر فاتحہ یوم الدین تک پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اس سے کم میں نہیں) پھر التحیات پڑھی اس صورت میں تو سجدہ سہو واجب ہوگا خواہ پہلے قعدہ میں ایسا ہوا ہو یا

---

[۱] نقلہ الشامی عن القاضی الامام واختارہ کما قال و ینبغی ترجیح ما قالہ القاضی الامام، و ایضاً قال الشامی بعد ذالک التتارخانیہ عن الحاوی وعلیٰ قولھما لا یجب السھو مالم یبلغ الیٰ قولہ حمید مجید (رد المحتار ج۲ ص ۸۱ مطبوعہ ایچ ایم) وفی ھٰذہ المسئلہ قول آخر (ای الرابع) ایضاً فلیراجع لتفصیل جمیع ھٰذہ الاقوال مع درایتھا الیٰ احسن الفتاویٰ ج۴ ص ۲۹. امجد

دوسرے قعدہ میں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے التحیات پڑھی پھر قرأت کی تو پہلے قعدہ میں اس صورت میں بھی سجدہ سہو واجب ہوگا (کم ازکم مذکورہ مقدار تک پڑھنے کی صورت میں) البتہ قعدہ اخیرہ میں اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہ ہوگا، حاصل یہ کہ کل چار صورتیں بنتی ہیں:

(۱) پہلے قعدہ میں التحیات سے پہلے قرأت کی **(۲)** پہلے قعدہ میں التحیات کے بعد قرأت کی **(۳)** دوسرے قعدہ (یعنی قعدہ اخیرہ) میں التحیات سے پہلے قرأت کی **(۴)** دوسرے قعدہ میں التحیات کے بعد قرأت کی ان میں سے پہلی تین صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، چوتھی میں نہیں ہوتا (ھندیہ مع اضافہ ج۱ص۱۲۷)

التحیات میں سے کچھ پڑھنے سے رہ گیا

پہلے قعدہ یا قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھتے ہوئے کچھ اس میں سے چھوٹ گیا تو سجدہ سہو واجب ہے (ھندیہ ایضاً)

پہلے قعدہ میں تشہد میں تکرار

پہلے قعدہ میں تشہد مکرر (دوبارہ) پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہے (یعنی تین تسبیحات کے بقدر کم ازکم دوبارہ پڑھنے پر، جو بیالیس حروف بنتے ہیں التحیات میں یہ مقدار ایہا کی ''ی'' تک پوری ہوتی ہے یعنی 'ایہا النبی' میں 'ایہا' کی ''ی'' تک کم ازکم دوبارہ پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا ورنہ نہیں یہی حکم یعنی اتنی مقدار میں تاخیر پر سجدہ سہو واجب ہونے کا اس صورت میں بھی ہے جب پہلے قعدہ میں التحیات پڑھ چکنے کے بعد اتنی دیر خاموش رہا یا سوچتا رہا، جتنی دیر میں تین تسبیحات پڑھی جاسکتی ہیں) (ھندیہ حوالہ بالا، البحرالرائق ج۲، احسن الفتاویٰ ج۴ص۳۹ وص۳۶)

پہلا قعدہ بھول گیا

تین یا چار رکعت والی (کسی بھی) نماز میں دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا بھول گیا تو سجدہ سہو واجب ہے آخر میں سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کرے (ھندیہ حوالہ بالا، درمختار مع الشامی ۸۰/۲)

پہلے قعدہ میں بھول کر سلام پھیر دیا

تین یا چار رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ میں بھول کر ایک یا دونوں طرف سلام پھیر دیا پھر یاد آیا تو جب تک بات چیت نہ کی ہو، سینہ قبلہ سے نہ پھرا ہو اٹھ کر نماز مکمل کرلے، آخر میں سجدہ سہو واجب ہے (درمختار مع الشامی ۹۱/۲)

قعدہ میں سوگیا

Idara Ghufran

کوئی شخص التحیات پڑھ کر اسی حالت میں سو گیا (گرا نہیں) کچھ دیر بعد بیدار ہوا تو سجدہ سہو کے ساتھ نماز مکمل کر لے اس کی نماز صحیح ہو گئی (شامی ۱/۱۴۱ مطبوعہ ایچ ایم)

قعدہ میں التحیات پڑھے بغیر سلام پھیر دیا

کوئی التحیات بھول گیا، درود شریف، دعاء پڑھ کر سلام پھیر دیا تب یاد آیا تو جب تک بات چیت نہ کی ہو، سینہ قبلہ سے نہ پھرا ہو، تو اسی حالت میں تشہد پڑھے، سجدہ سہو کرے (پھر التحیات سے آخر تک پڑھ کر سلام پھیر دے) اس کی نماز صحیح ہو گئی (ھندیہ ۱/۱۲۷)

آخری قعدہ کو پہلا قعدہ سمجھ کر التحیات کے بعد کھڑا ہو گیا

آخری قعدہ میں التحیات پڑھ کر بھولے سے کھڑا ہو گیا، پھر یاد آیا تو قعدہ کی طرف لوٹ جائے (خواہ کھڑا ہونے کے بعد کچھ پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو جب تک اس اضافی رکعت کے سجدہ تک نہیں پہنچا یاد آنے پر قعدہ کی طرف لوٹنے کا حکم ہے)، دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے پھر التحیات سے آخر تک پڑھ کر سلام پھیرے نماز صحیح ہو جائے گی، اگر قعدہ اخیرہ سے کھڑے ہو کر یہ اضافی رکعت پڑھ کر سجدہ بھی کر لیا تب یاد آیا تو اب واپس قعدہ کی طرف نہ لوٹے گا بلکہ ایک رکعت اور ملائے اس طرح دو اضافی رکعتیں ہو جائیں گی، آخر میں سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کر لے، نماز صحیح ہو جائے گی اور یہ دو اضافی رکعتیں نفل شمار ہوں گی۔

یہ ساری تفصیل جب ہے کہ اس نماز کے قعدہ اخیرہ میں بیٹھا ہو پھر (تشہد تک پڑھ کر) بھول کر اضافی رکعت کے لئے اٹھا ہو لیکن اگر نماز کی آخری رکعت پڑھ کر قعدہ میں بیٹھا ہی نہیں دوسرے سجدے سے سیدھا کھڑا ہو گیا تو باقی ساری تفصیل تو اس صورت میں بھی وہی ہے جو ابھی مذکور ہوئی (کہ جب تک اس اضافی رکعت کے سجدہ تک نہ پہنچا ہو واپس آئے اور سجدہ تک پہنچ گیا ہو تو مزید ایک رکعت اور ملائے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے) لیکن ایک حکم میں فرق ہے وہ یہ کہ اس صورت میں (جبکہ آخری رکعت کے بعد قعدہ کیا ہی نہیں بھول کر سیدھا کھڑا ہو گیا تھا) جب اضافی رکعت کا سجدہ بھی کر لیا اور اس وجہ سے ایک رکعت مزید بھی ملانی پڑی تو اب یہ ساری نماز نفل شمار ہو گی جو نماز وہ پڑھ رہا تھا وہ ادا نہ ہوئی وہ نماز دوبارہ پڑھے (ہاں اضافی رکعت کے سجدے تک پہنچنے سے پہلے قعدہ کی طرف لوٹ جاتا اور سجدہ سہو کر لیتا تو وہ اصل نماز جو وہ پڑھ رہا تھا وہ ادا ہوتی) (ھندیہ ۱/۱۲۹)

فائدہ: قعدہ اخیرہ سے اضافی رکعت کے لئے اٹھنے میں (اور اسی طرح دوسری رکعت کے سجدوں سے

فارغ ہوکر پہلا قعدہ بھول کر تیسری رکعت کے لئے اٹھنے میں بھی) قیام کا حکم تب عائد ولاگو ہوگا جب قیام کی حالت کے قریب پہنچ جائے۔ جس کا معیار یہ بیان کیا گیا ہے کہ نچلا نصف دھڑ سیدھا ہوجائے (اور ایک قول یہ بھی ہے کہ گھٹنے زمین سے اُٹھ جائیں) پورا کھڑا ہوجانے یا نچلا دھڑ سیدھا ہوکر قیام کے قریب ہوجانے کے بعد یاد آنے پر قعدہ کی طرف لوٹے گا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اور اگر قیام کے اتنا قریب نہیں ہوا، ابھی صرف سرین ہی زمین سے اُٹھی تھی یا گھٹنے ہی اٹھے تھے نچلا دھڑ سیدھا نہیں ہوا تھا، کہ یاد آ گیا اور دوبارہ قعدہ میں بیٹھ گیا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا معمول کے مطابق التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے (ھندیہ ۱/۱۲۷)

مغرب کی نماز میں قعدہ اخیرہ نہیں کیا یا کر کے چوتھی کے لئے کھڑا ہوگیا

مغرب کی تیسری رکعت میں التحیات پڑھ کر کھڑا ہوگیا یا کھڑا ہونے کے قریب ہوگیا تو واپس آ جائے اور سجدہ سہو کے ساتھ نماز مکمل کرلے اور اگر مغرب کی تیسری رکعت میں قعدہ اخیرہ کیا ہی نہیں سیدھا کھڑا ہوگیا تھا اور چوتھی رکعت کے سجدہ کے بعد یاد آیا تو اس چوتھی رکعت کے بعد ہی قعدہ میں بیٹھ کر التحیات وغیرہ پڑھ کر نماز مکمل کرلے اب یہ چاروں رکعتیں نفل بن گئیں (اس صورت میں سجدہ کی بھی ضرورت نہیں) مغرب کے فرض دوبارہ پڑھے (شامی ۲/۱۸۶ ایچ ایم)

قعدہ اخیرہ میں سلام پھیرنے میں تاخیر ہوگئی

کسی نے قعدہ اخیرہ میں آخر تک پڑھنے کے بعد سلام نہیں پھیرا بلکہ کچھ دیر خاموش رہا، سوچتا رہا جس وجہ سے سلام پھیرنے میں تاخیر ہوگئی تو سجدہ سہو واجب نہیں (شامی)

سجدہ سہو کرنا بھول گیا

سجدہ سہو واجب ہوگیا تھا لیکن آخری قعدہ میں سجدہ سہو کرنا بھول گیا تو سلام پھیرنے سے پہلے یا سلام پھیرنے کے بعد بھی جب تک نماز کے منافی کوئی عمل نہ کیا ہو (بات چیت مثلاً نہ کی ہو، قبلہ سے سینہ نہ پھرا ہو) تو اس وقت تک سجدہ سہو کرسکتا ہے، سجدہ سہو کرکے پھر التحیات سے آخر تک پڑھ کر نماز مکمل کرلے (ھندیہ حوالہ سابق)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط ۲)

اب ہم شریعتِ اسلامی کی طرف سے بیان کردہ جانوروں کے حقوق وآداب کا ذکر کرتے ہیں۔

جانوروں کے حقوق کی رعایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ إِذَا سَافَرْتُمْ فِى الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الأَرْضِ وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِى السَّنَةِ فَبَادِرُوا بِهَا نِقْيَهَا وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ (مسلم،حديث نمبر ۵۰۶۹، كتاب الامارة، باب مراعاة مصلحة الدواب فى السير والنهى عن التعريس فى الطريق، واللفظ لهٗ، ترمذى، حديث نمبر ۲۷۸۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سبزہ اور چارہ کے زیادہ ہونے کے زمانہ میں سفر کیا کرو، تو اونٹوں کو زمین سے ان کا حق دیا کرو، اور جب خشک سالی کے زمانے میں سفر کیا کرو، تو چلنے میں تیزی کیا کرو، اور جب تم رات کے وقت کسی جگہ آرام کے لئے ٹھہرا کرو، تو راستے سے بچ کر پڑاؤ کیا کرو، کیونکہ وہ (مسافروں اور غیر مسافروں کے) جانوروں کا راستہ ہے، اور رات میں حشرات الارض کا ٹھکانہ ہے (ترجمہ ختم)

عرب میں اونٹوں پر سفر کرنے کا زیادہ رواج تھا، اس لئے حدیث میں اونٹوں کا ذکر آ گیا، ورنہ گھوڑا، گدھا، خچر اور بیل گاڑی وغیرہ سب کا یہی حکم ہے۔ اس مختصر ارشاد میں آپ ﷺ نے جانوروں کے حقوق کی پوری رعایت کے ساتھ انسانوں کو ایذاء سے بچنے کی بھی تعلیم ارشاد فرمادی ہے۔

چنانچہ پہلی تعلیم تو یہ ارشاد فرمائی کہ جانور پر سفر کرنے کی صورت میں جب سبزہ اور چارہ کی کثرت کا زمانہ ہو، تو زمین سے جانوروں کا حق ادا کیا کرو، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب جانور چارے کی کثرت والے مقام سے گزرتا ہے، تو اس کو چارہ دیکھ کر کھانے کا تقاضا پیدا ہوتا ہے، اس لئے ایسی حالت میں اس جانور کو وقتاً فوقتاً راستے سے چارہ کھانے کا موقع فراہم کرنا چاہئے۔

اور جب خشک سالی کا زمانہ ہوتو جلدی سفر طے کرنے کی وجہ یہ ہے تا کہ جانور کو دیر تک بھوک پیاس کی مشقت نہ اٹھانی پڑے۔

اور دوسری تعلیم یہ ارشادفرمائی کہ رات کوراستہ سے ہٹ کر پڑاؤ ڈالا کرو، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ دوسرے گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو، خواہ وہ مسافر ہوں یا جانور، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ راستوں پر گزرنے والے ایسی چیزیں پھینک اورڈال دیتے ہیں، جوحشرات الارض کے کھانے پینے کی ہوتی ہیں، اور وہ رات کی یکسوئی میں ان چیزوں کوکھانے کے لئے راستوں پرآ جاتے ہیں۔

راستے سے ہٹ کر پڑاؤ ڈالنے کی وجہ سے ایک طرف تو حشرات الارض کو کھانے پینے میں تکلیف نہیں ہوگی، اور دوسری طرف ان کی ایذاء سے بھی حفاظت رہے گی (مرقاۃ، کتاب الجہاد، باب آداب السفر)

جانوروں پرسبزہ اور چارے کی کثرت اورخشک سالی کے زمانے میں سفرکرنے کی صورت میں ان کے بعض حقوق کا ذکرگزشتہ حدیث میں گزرچکا ہے۔

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم -قَالَ إِيَّاكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا ظُهُورَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ فَإِنَّ اللَّهَ إِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبَلِّغَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ وَجَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فَعَلَيْهَا فَاقْضُوا حَاجَتَكُمْ (سنن أبی داود، حدیث نمبر ۲۵۶۹ باب فِي الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے ارشادفرمایا کہ تم اپنے جانوروں کی پشتوں کو منبر بنانے سے پرہیز کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کوتمہارے لئے اس غرض سے تابع بنادیا ہے، تاکہ وہ تمہیں ایسے شہر تک پہنچاسکیں کہ وہاں تک تم اپنی جانوں پرمشقت ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے، اورتمہارے لئے زمین کو بنادیا، توتم زمین پراپنی ضرورت پوری کیا کرو (ترجمہ ختم)

اس کی تشریح آگے آتی ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ مَرَّ عَلَى قَوْمٍ وَهُمْ وُقُوفٌ عَلَى دَوَابَّ لَهُمْ وَرَوَاحِلَ ، فَقَالَ لَهُمْ " :ارْكَبُوهَا سَالِمَةً، وَدَعُوهَا سَالِمَةً، وَلَا تَتَّخِذُوهَا كَرَاسِيَّ لِأَحَادِيثِكُمْ فِي الطُّرُقِ، وَالْأَسْوَاقِ فَرُبَّ مَرْكُوبَةٍ خَيْرٌ مِنْ رَاكِبِهَا، وَأَكْثَرُ

ذِكْرًا لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِنْهُ (مسندأحمد حديث نمبر ۱۵۶۲۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، جو کہ اپنے جانوروں اور سواریوں پر ٹھہرے ہوئے تھے، ان کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان جانوروں پر تم سلامتی کے ساتھ سفر کیا کرو، اور ان کو سلامتی کے ساتھ چھوڑا کرو، اور ان کو راستوں اور بازاروں میں اپنی گفتگو کرنے کے لئے کرسیاں نہ بنایا کرو، پس بہت سی سواریاں ان پر سواری کرنے والوں سے بہتر ہیں اور سواری کرنے والوں کے مقابلہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے والی ہیں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جانوروں پر سفر کرتے وقت بھی ان کے حقوق کی رعایت کیا کرو، کہ ان پر ضرورت سے زیادہ مشقت اور بوجھ نہ ڈالا کرو، اور ان کے کھانے پینے اور آرام کا خیال رکھا کرو، اور جب کسی جگہ ٹھہرنے کی نوبت آئے، مثلاً بات چیت وغیرہ کرنی ہو، تو جانوروں کے اوپر سے نیچے اتر جایا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ان ضروریات کے پوری کرنے کے لئے بنایا ہے۔

اور ضرورت پوری ہونے کے وقت بھی ان کے حقوق کی رعایت کیا کرو، مثلاً یہ کہ ان کو بلاضرورت سواری والے آلات اور رسیوں وغیرہ میں باندھ کر نہ رکھا کرو۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلاً لاَ نُسَبِّحُ حَتَّى نَحُلَّ الرِّحَالَ (سنن أبى داود،حديث نمبر ۲۵۵۳، باب فِى نُزُولِ الْمَنَازِلِ)

ترجمہ: جب ہم کسی منزل پر اترتے تھے، تو اس وقت تک نماز نہیں پڑھتے تھے، جب تک جانوروں سے کجاووں سے نہیں کھول دیتے تھے (ترجمہ ختم)

اور احادیث میں یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ ان جانوروں کو حقیر اور کم تر نہ سمجھا کرو، اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے تابع ضرورت پوری کرنے کے لئے بنایا ہے، کہ تم ان کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ خود اور اپنے سامان اور وزن کو لے کر بلاسخت مشقت کے نہیں پہنچ سکتے تھے، لہٰذا یہ جانور تمہارے محسن ہیں، اس لئے بلاضرورت ان کو مشقت میں ڈالنا جائز نہیں، اور یہ بات ہر وقت ملحوظ رکھا کرو کہ بہت سے جانور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سواری کرنے والوں سے زیادہ بہتر اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے والے ہیں (جاری ہے)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

علماء وطلباء کے لیے ہدایات (قسط ۱)

یہ خطاب حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب نے جامع مسجد حنفیہ اشرفیہ، فیکٹری کوارٹرز، مغل آباد، راولپنڈی میں یکم ذی الحجہ ۱۴۳۰، بمطابق ۱۹/ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بعد نمازِ عصر علماء وطلباء کے مجمع سے فرمایا، اس کو مولانا ناصر صاحب زید مجدہٗ نے محفوظ اور نقل فرمایا (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ. وَعَلیٰ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ. اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم . اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ. خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ .اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَکْرَمُ. الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ .عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (سورۃ العلق، آیات نمبر ۱ تا ۵)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ط

قرآن مجید کا دل کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے

میرے محترم بزرگو اور میرے عزیز بھائیو! یہ وہ آیاتِ مبارکہ اور رحمت کے قطرے ہیں، جو سب سے پہلے وحی کی شکل میں حضور اکرم ﷺ کے اوپر نازل ہوئے۔

اور یہ قرآنِ پاک کی ایک تخصیص ہے کہ پہلے کسی بھی نبی کے قلب کے اوپر کتاب نازل نہیں ہوئی، کتابیں تھیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الواح ملے، اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو ملی، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو یہ کتابیں قلب پر نازل نہیں ہوئیں، بلکہ دوسری طرح عطا کی گئیں۔

لیکن سب سے پہلی اور سب سے آخری کتاب یہ قرآنِ پاک ہے، جو سارے کا سارا حضور اکرم ﷺ کے قلبِ مبارک پر نازل ہوا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَإِنَّہٗ لَتَنْزِیلُ رَبِّ الْعَالَمِینَ. نَزَلَ بِہِ الرُّوحُ الْأَمِینُ عَلَی قَلْبِکَ (سورۃ الشعراء، آیات نمبر ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴) [۱]

---

[۱] اور یہ قرآن (خدائے) پروردگارِ عالم کا اُتارا ہوا ہے۔ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اُترا ہے۔ (یعنی اس نے) آپ کے دل پر (القا) کیا ہے

تو حضور ﷺ کے قلبِ مبارک پر نازل ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کا قلب سے ایک خاص تعلق ہے، اگر کوئی شخص کلامِ پاک حفظ کرنا چاہے۔

تو جب تک اُس کا قلب مصفّیٰ (یعنی صاف) نہ ہو، اور اس کے قلب کے تار حضور اکرم ﷺ کے قلبِ مبارک سے میل نہ کھائیں، تب تک وہ حافظ نہیں ہوتا۔

حافظ وہی ہوگا جس کے قلب کے تار حضور اکرم ﷺ کے قلبِ مبارک سے ملے ہوں گے، اس لئے کہ یہ قلب کا معاملہ ہے، اور قلب کے اندر ہی یہ محفوظ ہوتا ہے، اس لئے یہ محفوظ بھی جب ہوگا، جبکہ اس کے دل کا سلسلہ وہاں منسلک ہوگا۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو حفظ کرتے ہیں مگر یاد نہیں رہتا، اور وہ برائے نام حافظ بھی ہیں، مگر یاد نہیں ہے؛ ہمارے ساتھ بھی ہمارے ساتھیوں میں بعض ایسے تھے کہ انہوں نے حفظ کیا مگر اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، کہ وہ برائے نام ہی حافظ رہے؛ تو اصل میں قلب سے قرآن مجید کا تعلق ہے۔

نمازوں میں سورہ اقراء کی تلاوت

سورۂ اقرء سے متعلق پہلی بات میں یہ کہتا ہوں کہ ائمہ حضرات جو نماز پڑھاتے ہیں، وہ نماز کی تلاوت میں سورہ اقراء کی تلاوت نہیں کرتے، ساری سورتیں پڑھیں گے مگر سورہ اقراء نہیں پڑھتے، میں کہتا ہوں کہ تم سجدے کی آیت تک مت پڑھو، تھوڑی سورۃ پڑھ لو، اگر آپ کو سجدے سے ہی اتنا ڈر ہے تو آدھی سورۃ پڑھ لو، پونی سورۃ پڑھ لو، یا اخیر تک پڑھ لو مگر سجدے کی آیت نہ پڑھو، اول تو سجدہ بھی کر لو تو کون سی قیامت آجائے گی، لیکن اگر پھر بھی کوئی مسئلہ ہو تو کم از کم:

إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الرُّجْعٰى (سورة العلق، آيت نمبر ۸)

تک پڑھ لو، اور اس کے بعد اللہ اکبر کر لو، یہ اس سورت کے ساتھ زیادتی ہے، کہ اس کو پڑھا نہیں جاتا۔

میں کہتا ہوں کہ تم اس سورہ کو کیوں نہیں پڑھتے، اتنی افضل اور اتنی اعظم سورۃ ہے، اور تم نماز میں اس کی تلاوت نہیں کرتے، کیا ہو گیا ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا؛ تو پہلی بات تو میں یہ کہتا ہوں۔

امتِ محمدیہ کو خصوصی علم عطا فرمایا گیا ہے

اور دوسری بات میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ:

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ .

Idara Ghufran

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امتِ محمدیہ کو وہ باتیں سکھائیں، جو اس سے پہلے ان کے علم میں نہیں تھیں، اور یہ امت اُن باتوں کو نہیں جانتی تھی۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ سابقہ امتوں میں خاطر خواہ سائنسی ایجادات نہیں ہوئیں، دو پہیوں کی سائیکل بھی نہیں بنی، یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کی امت کے لیے رکھی تھیں، کہ جب میرے محبوب کی امت آئے گی، تو یہ چیزیں اُن کو دوں گا۔

اس بارے میں یہ کہنا کہ ان ایجادات کے بارے میں انبیاء علیہم السلام کو معلوم نہیں تھا، تو اس بارے میں میرا اپنا عقیدہ، ایمان، اور علم یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو علم سکھایا تھا، تو وہ قیامت تک کی بے شمار باتوں کا علم تھا، اور وہ بتدریج انبیاء علیہم السلام کو ملا، جتنی چیزوں کے ایجاد کرنے کی ضرورت آدم علیہ السلام کو تھی، وہ آدم علیہ السلام کے زمانے میں ایجاد ہوئیں، پھر اس کے بعد جن چیزوں کے ایجاد کرنے کی ضرورت تھی، وہ ایجاد ہوئیں، اسی طرح اس کے بعد۔

یہاں تک کہ حضورِ اکرم ﷺ تشریف لے آئے، تو جتنا علم ایجادات کا تھا، کہ ایٹم بم بھی بن گیا، راکٹ بھی بن گئے، ہوائی جہاز بھی بن گئے، کاریں بھی بن گئیں، ریل گاڑیاں بھی بن گئیں، ساری دنیا کی ایجادات بن گئیں۔

تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کچھ بھی نہیں تھا، دو پہیوں کی سائیکل بھی ایجاد نہیں ہوئی تھی، یہ تو اب ہوئی ہے، تو معلوم یہ ہوا کہ اس امت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خصوصی علم عطا فرمایا ہے، وہ علم جو کہ اس سے پہلے لوگ نہیں جانتے تھے۔ (جاری ہے............)

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۲۹)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

(۲۵)......فرض نماز کے بعد دعا کے شرعی احکام

اس کتاب میں فرض نماز کے بعد دُعا کے ثبوت اور اس سے متعلق دیگر اہم مسائل پر بحث کی گئی ہے، نیز عورت و مرد، تنہا اور باجماعت نماز پڑھنے والے کے لیے فرض نماز کا سلام پھیر کر دُعا کرنے اور باجماعت پڑھی گئی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد امام اور مقتدیوں کا ایک وقت میں دُعا کرنے کے شرعی حکم کے ساتھ ساتھ اس دُعا میں ہاتھ اُٹھانے اور دُعا کے اختتام پر ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے کی شرعی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ یہ دُعا بلند آواز سے کی جائے یا آہستہ آواز سے؟ اور سنتوں کے بعد امام اور مقتدیوں کے مل کر دعا کرنے اور جمعہ وعیدین کے بعد دعا کی شرعی حیثیت کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(۲۶)......حضور ﷺ کا خواتین کو اہم خطاب

اس کتاب میں حضور ﷺ کے اس اہم خطاب کی تشریح کی گئی ہے، جو آپ ﷺ نے خواتین کے جہنّم میں کثرت سے جانے کے متعلق فرمایا، نیز اس کتاب میں اس خطاب میں اہم نصائح وہدایات کی تشریح وتفصیل، خواتین کے کثرت سے جہنم میں جانے کے اسباب ووجوہات، خواتین کو جہنم سے بچانے والے اعمال کی توضیح کی گئی ہے۔

(۲۷)......وساوس اور اُن کا علاج

ایمان وکفر، وضو، پاکی ناپاکی، طلاق، بدگمانی، ریاکاری یا دوسرے گناہوں کے متعلق بہت سے لوگوں کو مختلف وساوس آتے ہیں؟ اس طرح نماز اور ذکر وتلاوت یا دوسرے نیک اعمال میں مختلف قسم کے وسوسے ستاتے ہیں؟ وہم یا مالیخولیا (Melancholia) کی طبی ونفسیاتی تحقیق، بہت سے لوگ ان مسائل کی وجہ سے ذہنی اذیت، کوفت اور ٹینشن میں مبتلا رہتے ہیں، سب پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے اور خشوع

حاصل کرنے اور ذہن ودل کو یکسو کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ہے، یہ اپنے موضوع پر نہایت کار آمد ومفید کتاب ہے۔

(۲۸)......جمعۃ المبارک کے فضائل واحکام

اس کتاب میں جمعۃُ المبارک کی رات اور دن اور جمعۃُ المبارک کی نماز کے فضائل واحکام، جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا، اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا اہم کام انجام دیئے گئے؟ اوراس دن آئندہ کیا کیا اہم کام انجام دیئے جائیں گے؟ جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز وخطبہ کے متعلق قرآن وسنت، اور فقہ میں بیان شدہ مفصل فضائل واحکام ومنکرات، خواتین اور مرد حضرات کے لیے جمعہ کے دن ورات، کے مسنون ومستحب اعمال، اور منکرات کے تحقیقی جائزہ پر یہ مشتمل ہے۔

(۲۹)......انتخابات اورووٹ کی شرعی حیثیت

یہ کتاب اسلام میں سیاست کا مقام ومرتبہ اور سیاست ودین کا باہمی تعلق، اچھے وبُرے اعمال کا اچھے وبُرے حکمرانوں کے انتخاب واقتدار میں دَخَل، مروَّجہ مغربی جمہوری سیاست کی شرعی حیثیت، مروَّجہ انتخابات اور ووٹ کا شرعی جائزہ، اُمیدوار اور ووٹ دھندہ کی ذمہ داری، ووٹ کے مستحق اور اہل ہونے کے اوصاف، ووٹ کو استعمال نہ کرنے، نااہل کو ووٹ دینے اور نوٹوں کے عوض ووٹوں کی خرید وفروخت اور ذاتی مفادات یا تعصُّبات اور وعدے یا حَلَف کی بنیاد پر کسی کو ووٹ دینے کا شرعی حکم، اگر امیدواروں میں سے کوئی بھی پورا اہل اور دیانتدار نہ ہوتو اس وقت شریعت کا تقاضا کیا ہے؟ عورت کے ووٹ ڈالنے کا شرعی حکم اور ووٹروں کی مختلف غلط فہمیوں کے جائزہ پر مشتمل ہے۔

(۳۰)......ایصالِ ثواب کے فضائل واحکام

اس کتاب میں صدقۂ جاریہ کی حقیقت اور نیکی کا ذریعہ بننے کی صورتیں، ایصالِ ثواب کا قرآن وسنت، اجماع اور شرعی قیاس سے ثبوت، مطلَق اور عام ایصالِ ثواب کے منکِر کا حکم، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے فقہ میں چاروں ائمہ کے سلسلہ کی کتابوں سے، مالی اور بدنی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کا ثبوت، دعا واستغفار، ذکر وتلاوت، نماز، روزہ، صدقات وخیرات، حج وعمرہ، اور قربانی وغیرہ کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب پر احادیث وروایات، ایصالِ ثواب کی شرائط، ایصالِ ثواب سے متعلق بدعات ورسوم، ایصالِ

ثواب کے طریقے اور اس سے متعلق مختلف مسائل واحکام، اور ایصالِ ثواب کے منکرین کے شبہات واعتراضات کا جائزہ لیا گی ہے۔

(۳۱)...... پیارے بچو

چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے اسلامی باتیں، دلچسپ کہانیاں، مفید قصّے، سچّے واقعات، بچپن کی زندگی گزارنے کے آداب اور کھیلنے کودنے کے اچھے طریقوں پر مشتمل مختلف ومتفرق دلچسپ مضامین کا مجموعہ ہے۔

(۳۲)......ٹوپی کی شرعی حیثیت

یہ کتاب حضورﷺ، صحابۂ کرام، تابعین، محدثین وفقہائے کرام سے ٹوپی پہننے کا ثبوت، عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کے سنت ہونے اور مشرکین کا طریقہ نہ ہونے کی بحث، ٹوپی کے اوپر علماء وصلحاء کے رومال اوڑھنے کی حیثیت، ننگے سر رہنے اور گھومنے پھرنے اور ننگے سر نماز پڑھنے کے مروجہ طریقہ پر مدلل ومفصل کلام، اور اس سلسلہ میں پیش کردہ شبہات کا ازالہ، اور دیگر چند اہم متعلقہ مسائل پر مشتمل ہے۔

(۳۳)......داڑھی کا شرعی حکم

اس کتاب میں داڑھی کے مسئلہ پر مفصَّل ومدلَّل بحث، داڑھی کی شرعی وفطری حیثیت، اور اسلام میں داڑھی کا مقام ومرتبہ، داڑھی کی شرعی مقدار کا ثبوت، اور اس مقدار کے اعتدال، اور فقہ اور طب وحکمت کے اصولوں پر مبنی ہونے کی بحث، داڑھی مونڈنے یا شرعی مقدار سے کم کرنے میں پائے جانے والے گناہ، اور اس سلسلہ میں پائے جانے والے مختلف شبہات واعتراضات کا جائزہ، اور داڑھی ومونچھوں کے بارے میں اہم مسائل کی تحقیق کی گئی ہے۔

(۳۴)......زکاۃ وصدقہ کے فضائل واحکام

اس کتاب میں قرآن وسنت کی روشنی میں زکاۃ کی فرضیت واہمیت، زکاۃ وصدقات کے فضائل وفوائد، ترکِ زکاۃ کے نقصانات اور وعیدیں، زکاۃ کی اقسام، سونے چاندی، مالِ تجارت، کرنسی کی زکاۃ، سائمہ جانوروں کی زکاۃ عُشر اور زکاۃِ فطر کے مفصل ومدلّل احکام، اور مروجہ منکرات، صدقاتِ واجبہ اور نافلہ کے احکام اور آداب ومنکرات کو مدلّل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(۳۵)......صفائی و پاکیزگی کی فضیلت و اہمیت

اس کتاب میں اسلام میں نظافت ونفاست اور پاکیزگی کی فضیلت و اہمیت، اسلامی نظافت ونفاست کی جامعیت، صفائی و پاکیزگی اور حسن وجمال کی حدود وقیود، صفائی اور پاکیزگی کی مسنون ومستحب صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۳۶)......نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ

اس کتاب میں نماز میں قیام کی حالت میں مَردوں اور عورتوں کو ہاتھ کس طرح باندھنے چاہئیں؟ اور کس جگہ باندھنے چاہئیں؟ فقہائے کرام اور احادیث وروایات کی روشنی میں مدلّل ومفصّل بحث، اور اس سلسلہ میں پائے جانے والے مختلف شبہات کا ازالہ پیش کیا گیا ہے۔

(۳۷)......کرسی پر اور مریض کی نماز کے احکام

اس کتاب میں کرسی پر اور مریض کی نماز پڑھنے کے بارے میں شرعی اصول وقواعد اور ان کی روشنی میں مریض کی نماز کی مختلف صورتوں کا مفصل ومدلل حکم، موجودہ حالات میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت، میں پائے جانے والے منکرات ونقصانات کا جائزہ، اور معذور ومریض کے وضو اور پاکی وناپاکی کے متعلق اہم مسائل زیرِ بحث آئے ہیں (کتابی صورت میں شائع ہونے سے پہلے یہ فقہی مقالہ کی حیثیت سے علمی وتحقیقی سلسلہ میں بھی شائع ہوا تھا)

(۳۸)......بکرے کے صدقہ کا شرعی حکم

اس کتاب میں صدقہ کا آفات وبلیات سے حفاظت کا ذریعہ ہونا، شرعی صدقہ کی حقیقت، صدقہ کے بارے میں چند اصولی باتیں، بکرے کے مروجہ صدقہ میں پیدا شدہ خرابیاں بیان کی گئی ہیں۔

(۳۹)......تکوین وتشریع مع سوانحِ تنویر

شیخ المشائخ، عارف باللہ، صاحبِ شریعت وطریقت حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب دامت برکاتہم، خلیفۂ اجل: مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی وحضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہما اللہ کے حالاتِ زندگی اور تکوین وتشریع کے نازک موضوع پر آپ کی بہت کارآمد کتاب ہے۔

تذکرۂ اولیاء　　مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۱۰)

اسی تناظر میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

تھا جہاں مدرسۂ شیری و شہنشاہی		آج ان خانقھوں میں ہے فقط روباہی ؎

؎ مشائخ صوفیاءِ کرام اور ان کے اصلاحی وخانقاہی سلسلوں سے پچھلی پوری اسلامی تاریخ میں امت مسلمہ کو اتنا فیض ملا ہے، اتنی خیر ملی ہے جو احاطہ بیان سے باہر ہے۔ خصوصاً برصغیر کے پورے خطے میں اور بہت سے دور دراز ممالک وجزائر میں اشاعت اسلام کا کام غالب حد تک انہی مشائخ کاملین کا فیض ہے، ان سب خطوں میں افراد سازی اور انفرادی اصلاح کا عمل تزکیہ باطن کی صورت میں انہی خانقاہوں سے ہوا، اہل سنت کے تصوف میں معروف سلسلوں، خصوصاً سلاسل اربعہ کی خدمات ان سب میدانوں میں پوری وسعت، گہرائی اور ہمہ گیری کے ساتھ پھیلی ہوئی ہیں۔ تاریخ کے دفتر ان کے احوال واخبار سے بھرے ہوئے ہیں۔ انہی خانقاہوں اور مشائخ کے خانوادوں نے امت کو جنید وبایزید عطا کئے، شیخ عبدالقادر جیلانی، شہاب الدین سہروردی، بہاء الدین نقش بندی، معین الدین چشتی اجمیری (علیہم الرحمۃ) عطا کئے، جن میں سے ایک ایک کے دامن فیض سے مستقل قومیں فیض یاب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ ترکوں کی ہدایت واصلاح میں شیخ نقش بند اور ان کے پورے نقش بندی سلسلے کا جتنا حصہ ہے اس کی داستانیں تاریخ کو ازبر ہیں۔ فتنہ تاتار کے بعد امت کو دوبارہ سنبھالنے، اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا مرحلہ سر کرنے میں سب سے نمایاں خدمات اور کارنامے مشائخ صوفیاء اور اہل تصوف کے ہی ہیں۔ حتیٰ کہ تاتاریوں کا اسلام بھی غالب حد تک انہی بزرگوں کے کھاتے میں ہے جس سے اسلام کو نئی زندگی ملی ہے، اقبال ہی کا شعر ہے۔ ؎

ہے عیاں یورش تاتار کے فسانے سے　　کعبے کو نگہباں مل گئے صنم خانے سے

فتنہ تاتار ہی کے زمانے میں مشائخ (شمس تبریزی رحمہ اللہ) کے دامن فیض سے مولائے رومی جلال الدین صاحب مثنوی اٹھے جن کی مثنوی اسلامی وروحانی اسرار وحقائق کا ایسا بحر ذخار ہے جس کی متلاطم موجیں گذشتہ سات سو سال سے علم وعرفان، عشق وایقان کی دنیا میں ٹھاٹھیں مار رہی ہیں اقبال جیسا فیلسوف اسلام سات صدیوں کی مسافت پر کھڑے ہو کر پیر رومی کی بارگاہِ معرفت ومحبت میں عقیدت وارادت کا ماتھا ٹیکتے ہیں۔ بالِ جبریل میں ہی ''پیر رومی اور مرید ہندی'' کے عنوان سے وہ منظوم فارسی مکالمہ ہے جس میں یہ مریدِ ہندی یعنی اقبال پیرِ روم کے سامنے ٹیکنالوجی و مادہ پرستی کے اس جدید دور کے لاینحل معمے اور چیلنجز اپنے اشعار میں پیش کرتے ہیں اور مثنوی کے اشعار سے مولانا روم کی زبان میں اس کا جواب پاتے ہیں۔ ضرب کلیم میں مولانا روم پر ایک نظم میں اقبال جدید مغربی افکار کے پرستار اور جدید تعلیم کی بھٹی میں ڈھلے ہوئے مسلم نوجوان کو ایک شعر میں یوں نصیحت کرتے ہیں۔ ؎

گسستۂ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک　　کہ تو ہے نغمۂ رومی سے بے نیاز اب تک

بال جبریل میں ''یورپ سے ایک خط'' کے عنوان سے نظم میں بزبانِ سائل یوں فرماتے ہیں۔ ؎

ہم خوگرِ محسوس ہیں ساحل کے خریدار　　اک بحرِ پُر آشوب و پراسرار ہے رومی

تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبال　　جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وہ شبّانی کہ ہے تمہید کلیمِ اللّٰہی	نظر آئی نہ مجھے قافلہ سالاروں میں

﴿ گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

تصوف ہی کے ادارے نے اسلامیانِ ہند کو ایک انتہائی نازک دور میں جب برصغیر میں ملت کی بقا سوالیہ نشان بن گئی اور اس کا پورا ملی وجود ہی خطرے میں پڑ گیا تھا شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ عطا فرمایا جس نے عزیمت کی داستان رقم کرتے ہوئے ملت کے اجتماعی وجود کو از سرِ نو سنبھالا دیا۔

آپ پر اقبال نے بالِ جبریل میں عقیدت کے یہ موتی نچھاور کیے ہیں۔ ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

لیکن مغربی تسلط کے بعد کے زوال وادبار کے دور میں پورے خطہ برصغیر میں خاص طور پر تصوف کی جس طرح مٹی پلید کی گئی، نااہل و جاہل پیرزادوں اور ڈھونگی ودوکاندار پیروں نے اس خالص اصلاحی ادارے کی جو درگت بنائی وہ ہماری اسلامی تاریخ کا سیاہ باب ہے۔ بزرگوں کی درگاہیں اور مقبرے شرک وبدعات اور خرافات کے اڈے بنے، خانقاہیں قوالی اور سماع کے نام پر غنا اور رقص وسرود کے مرکز قرار پائے۔ جاہل، اوباش اور نفس پرور پیروں نے حال واستغراق اور وجد ووجدان کی آڑ میں ملحدانہ وزندیقانہ اقوال واعمال کے عوام کالانعام میں پھاٹک کھول کے رکھ دیئے۔

جہاں نوبت ان خرابیوں تک نہیں پہنچی وہاں اذکار واوراد، اشغال ومراقبات ہی کا نام تصوف ٹھہر گیا، لپیٹ سمیٹ کر ذکر وشغل کی ضربوں اور مجلسوں میں تصوف کا سارا کاروبار سما گیا۔ باقی تزکیہ نفوس، اصلاحِ باطن، رذائل کا ازالہ، فضائل وخصائل سے باطن کی آراستگی یہ سب چیزیں تو طاقِ نسیاں میں چلی گئیں اور قصۂ پارینہ بن گئیں حالانکہ یہ تزکیہ نفوس ہی اس ادارے کی روح ہے، ذکر وشغل اس تزکیہ باطن کے حصول کے لئے ذرائع ووسائل میں سے ہیں، لیکن قومیں اور ملتیں جب انحطاط وادبار کے ادوار میں داخل ہو جاتی ہیں تو تاریخ کا سبق یہی ہے کہ ایسی قوموں کی ترجیحات ونفسیات ہی بدل جایا کرتی ہیں۔ ذرائع مقصود بن جاتے ہیں اور مقصود معدوم ومفقود ہو جایا کرتے ہیں۔ ؎

حقیقت روایات میں کھو گئی — یہ امت خرافات میں کھو گئی

رسمی خانقاہ نشینوں اور ڈھونگی پیروں کا اقبال نے اپنے کلام میں کئی جگہ خاکہ اڑایا ہے۔ بال جبریل میں ''خانقاہ'' کے عنوان سے قطعہ میں یہ شعر ہے۔ ؎

قُم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے — خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

نظم ''پنجاب کے پیرزادوں سے'' میں اقبال شیخ مجدد الف ثانی کے مزار پر حاضر ہیں، عالمِ خیال میں شیخ کے ساتھ یوں مکالمہ ہوتا ہے

کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو — آنکھیں مری بینا ہیں، لیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند — ہیں اہل نظر کشورِ پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں — پیدا فقر سے ہو طرّۂ دستار
باقی کلہِ فقر سے تھا ولولۂ حق — طرّوں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار

(بال جبریل)

ایک جگہ بالِ جبریل میں بزرگوں کی درگاہوں اور مزاروں پر دھرنا مارے قبر فروش دوکانداروں کو ان کے ''شیوۂ آذری'' کا یوں آئینہ دکھاتے ہیں: ؎

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریل			اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیل
عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں			کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل
مجھے وہ درسِ فرنگ آج یاد آتے ہیں			کہاں حضور کی لذت، کہاں حجابِ دلیل ؎

﴿گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہوئے نکونام جو قبروں کی تجارت کر کے　　کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

بال جبریل ہی میں ''باغی مرید'' کے عنوان سے نظم میں قارون صفت پیروں کا روحانیت وتصوف کی آڑ میں مریدوں کا استحصال کرنے پر ایک دل جلے ومنچلے مرید کی بغاوت کو یوں موزوں کیا ہے۔ ؎

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی　　گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
نذرانہ نہیں، سود ہے پیرانِ حرم کا　　ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد　　زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

ایک شعر میں فرماتے ہیں:

اب حجرۂ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی　　خونِ دلِ شیراں ہو جس فقر کی دستاویز

ایک جگہ فرماتے ہیں:

مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے　　خانقاہوں میں کہیں لذتِ اسرار بھی ہے
منزلِ رہرواں دور بھی، دشوار بھی ہے　　کوئی اس قافلہ میں قافلہ سالار بھی ہے
علم کی حد سے پرے بندہ مومن کے لئے　　لذتِ شوق بھی ہے نعمتِ دیدار بھی ہے

حضرت خواجہ نفیس الحسینی نفیس رقم علیہ الرحمہ (متوفی ۱۴۲۹ھ لاہور) کا بھی ایک شعر اس پیرائے میں ملاحظہ ہو

نفیس کیسا یہ وقت آیا سلوک واحساں کے سلسلوں پر　　جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

باقی یہ ضرور ملحوظ رہے کہ تصوف اور پیری ومریدی کے شعبے میں اس قدر بگاڑ در آنے کے باوجود اس شعبے کے اصلی خدوخال بالکل ماند نہیں پڑ گئے اور نہ ہی تزکیہ باطن سے متصف، نفس مطمئنہ کے پیکر اور روحانی کمالات وایمانی بلند پروازی کی حامل قدوسی صفات ہستیوں سے دین کا یہ اہم اور عظیم شعبہ بالکل خالی وتہی دامن ہو گیا، بلکہ جس طرح دین ودنیا کے دیگر بہت سے شعبوں میں بیش از بیش بگاڑ وانحطاط کے راہ پا جانے کے باوجود بھی ان شعبوں میں صحیح اور اہل لوگ پائے جاتے ہیں جو اس شعبے کی آبرو اور سرمایہ ہوتے ہیں اسی طرح تصوف کے اسلامی واصلاحی ادارے میں بھی صحیح وحق پرست مشائخ واصحابِ ارشاد موجود ہیں اور اپنی اپنی جگہ افرادِ امت کی اصلاح وتزکیہ نفوس کا فریضہ اپنی مقدور بھر وسعت کے ساتھ نبھا رہے ہیں وہی اس باطنی واصلاحی نظام کی آبرو ہیں اور اہل حق مشائخ کی یادگار اور ان کا تسلسل ہیں، پاکستان میں بھی اور دوسرے بہت سے ممالک میں بھی۔ اپنی اصلاح وتزکیہ کی طلب صادق رکھنے والے ان تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔

راہِ طلب میں جذبہ کامل ہو جن کے ساتھ　　خود ان کو ڈھونڈ لیتی ہیں منزل کبھی کبھی
بہ آں گروہے کہ از ساغر وفا مستند　　سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

؎ خودی یعنی ایسی معرفتِ نفس وخود شناسی جو خدا شناسی ومعرفتِ رب کی منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے جیسا کہ پیچھے کلام اقبال کی چند اصطلاحات کی تشریح میں گزر چکا ہے، اس کو سادہ الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایمان واعمال صالحہ پر مداومت سے جو ایک گہرا وجدان وشعور، ذوق وشوق اور جذب ویقین پیدا ہوتا ہے یہ خودی کا مقام ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اندھیری شب ہے، جدا اپنے قافلے سے ہے تو		ترے لئے ہے مرا شعلہ نوا، قندیل
غریب، سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم		نہایت اس کی حسین، ابتداء ہے اسماعیل

(جاری ہے.........)

﴿ گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اس مقام کا حامل اگر علم سے متصف ہو، سائنس وفلسفہ اور دوسرے فنون لطیفہ کا حامل ہو تو وہ عالم لاہوت (یعنی غیبی حقائق اور روحانی طاقتیں) اور عالم ناسوت (یعنی یہ مادی کائنات، عناصر کا جہاں، نباتات و جماد و حیوانات کا عالم) دونوں کا رازداں و ترجمان ہوتا ہے اور دونوں عالموں سے آگہی اور ربط خفی رکھتا ہے۔ قدرت کے قوانین کا پاسدار اور فطرت کے نوامیس کا نگہباں ہوتا ہے۔

خودی کا یہ عارف علم کی ضیاء لیکر زندگی کے جس میدان میں بھی قدم رکھتا ہے اور مادی کائنات میں جو کچھ تصرف و تدبیر کرتا ہے اس سے فطرت کے مقاصد پورے ہوتے ہیں، خلافتِ ارضی کے مقتضیات کی بجا آوری ہوتی ہے، بنی نوع انسان کا بھلا ہوتا ہے، زمین واہل زمین میں فساد نہیں پھیلتا، دنیا جہنم کا نمونہ نہیں بنتی، انسانیت کی روح کو صدمے نہیں پہنچتے، زندگانی روگ نہیں بنتی جیسا کہ خدا فراموش، مذہب بیزار، مادہ پرست بندگانِ حرص و ہوا، عبادالشیطان قسم کے انسانی گروہوں کے سیادت و قیادت پر مسلط ہونے کی صورت میں عالمگیر فساد و بگاڑ پھیلتا ہے، جو دجالی تسلط کے اس دور میں جوبن پر ہے۔

اور خودی عشق سے محکم ہو یعنی خودی کا حامل بندہ شریعت کی دستار سر پر باندھ کر اصلاح نفس کی گھاٹیوں سے گزر کر روح کی بالیدگی کے مقام پر فائز ہو کر اور اللہ کی قربت کے مرحلے سر کر کے باذنِ رب ناسوت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اصلاحِ خلق کے مشن پر مامور ہوتا ہے جو مقام ہے انبیاء کرام کا اور انبیاء کے کامل متبعین اولیائے کاملین وعلمائے راسخین کا، عابد و زاہد، نیک صالح عاشقانِ خدا کا۔

تو ایسے اصحابِ عزیمت، بندگانِ صدق وصفا، اور حاملینِ دردِ محبت کے کردار وگفتار سے، قول وفعل سے، احوال وآثار سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں، غفلت وخدا فراموشی، عصیان وطغیان، گمرہی وضلالت کے اندھیارے چھٹتے ہیں، دلوں کی بنجر کھیتیاں، فیضِ ہدایت سے لہلہانے لگتی ہیں، مخلوق کا رشتہ خالق سے استوار ہوتا ہے، شیطان اور اس کے انسانی پیروکاروں کا برپا کردہ دجل وفساد، کفر وطغیان، اور سارے طاغوتی سسٹم کے تار پود بکھر جاتے ہیں۔

عشق حقیقی کے حاملین اصحابِ عزیمت کا ایک ایک مبنی برعزیمت وھدایت قول وعمل طاغوتیت وشیطنت کی دنیا میں صور اسرافیل کی طرح قیامت برپا کردیتا ہے۔

اب دوسرا شعر بھی واضح ہو گیا۔ عذابِ دانشِ حاضر یعنی مغرب کے یہ سب علوم جو ٹیکنالوجی کے دور کے منتر ہیں، خدا فراموش، مذہب بیزار، دہریوں اور مادہ پرستوں کے ہاتھ میں جن کی زمامِ کار ہے جن کا اصل مقصد بندوں کو خدا کی عبودیت سے چھڑا کر طاغوت کی غلامی میں داخل کرنا ہے، لاہوت سے ان کا رشتہ کاٹ کر ناسوت میں ازسرتاپا ان کو الجھانا ہے، روحانیت سے ان کو محروم کر کے مادیت میں غرق کرنا ہے اس لئے ایک مومن کے لئے یہ علوم کسی عذاب سے کم نہیں۔

اقبال چونکہ لندن وجرمن، آکسفورڈ و کیمرج وغیرہ میں ان طاغوتی علوم کے اصل سرچشموں سے گزر کر آئے، اس لئے ان علوم اور ان کے مراکز کو نارِ نمرود سے اور اپنی حالت کو ابراہیم خلیل سے تشبیہ دے رہے ہیں کہ ابراہیم کو اس حسّی آگ سے جس طرح بچایا گیا تھا مجھے اس معنوی آگ میں پڑ جانے کے باوجود اللہ نے بچالیا ہے کہ میں ایمان ویقین کی پونجی صاف بچا کر لا یا ہوں۔

تیسرے شعر میں ان مادی علوم کے عذاب ہونے کی حقیقت سمجھا رہے ہیں کہ جن علوم سے محض عقلی اور دماغی عیاشی ہی حاصل ہو، ہستی اور ذات کو نہ اپنی معرفت ہو سکے اور نہ اپنے رب کی معرفت ہو سکے محض مادی کائنات کی ادھیڑ بن اور نبات و جماد میں قیل وقال ہوتا رہے۔ ایمان ویقین اور رب کی معرفت کا ایک ذرہ بھی حاصل نہ ہو تو وہ کیا علم ہے وہ تو حجاب ہے۔

پیارے بچو! ابوفرحان

زبان کا زخم

پیارے بچو! آج کل ہم لوگوں کی یہ عادت بنتی جارہی ہے کہ ہم جس کو جو دل چاہے کہہ دیتے ہیں یہ بھی نہیں سوچتے کہ کہیں دوسرے بندے کو ہماری اس بات سے کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو......حالانکہ بات کرنے سے پہلے سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیئے......

اسی لئے تو کہتے ہیں کہ زبان کا زخم تلوار کے زخم سے بھی گہرا ہوتا ہے تلوار کا زخم بھر جاتا ہے مگر زبان کا زخم نہیں بھرتا۔

پیارے بچو! جنگل میں ایک ہاتھی رہتا تھا ایک لکڑہارا بھی اس جنگل میں روزانہ لکڑیاں کاٹنے کے لئے جاتا تھا......اس لکڑہارے اور ہاتھی میں دوستی ہوگئی لکڑہارا لکڑیاں کاٹتا تو ہاتھی اس کی مدد کرتا بلکہ اونچے درخت سے لکڑیاں توڑ کر اس لکڑہارے کے لئے جمع کر دیتا......لکڑہارا وہ لکڑیاں اکٹھی کر کے بازار لے جاتا اور بیچ کر گھر کا گذارا کرتا......

اس لکڑہارے کا کام اچھا چل رہا تھا......پھر لکڑہارا بیمار رہنے لگا تو اس نے اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ کام پر لگا لیا......اس لکڑہارے کے بیٹے کو سب چھوٹو کہتے تھے۔

کچھ دنوں کے بعد لکڑہارے کا انتقال ہوگیا......ہاتھی کو پتہ چلا تو اس کو بہت صدمہ ہوا......یہ ہاتھی لکڑہارے کے لڑکے (چھوٹو) کا بھی بہت خیال کرنے لگا......

اسی طرح اس کے لئے بھی لکڑیاں توڑ کر اکٹھی کر دیتا تھا اور چھوٹو کے پاس روزانہ آکر بیٹھ جاتا اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرتا رہتا......

چھوٹو کا خوب اچھا کام چل رہا تھا، سب اس کی عزت کرتے......اسی لئے چھوٹو خود کو بہت بڑا آدمی سمجھنے لگا، اس کے اندر تکبر پیدا ہوگیا......کسی سے سیدھے منہ بات کرنا پسند نہ کرتا......

ایک دن چھوٹو کو نہ جانے کیا سوجھی کہ ہاتھی کو بھی دھمکا کر بھگا دیا۔ اسے نہ جانے کیا کیا کہا......کہا کہ گدھے کی طرح آکر میرے پاس بیٹھ جاتا ہے، نہ کام کا نہ کاج کا......

یہ بات ہاتھی کو بہت بری لگی اور اسے بہت غصہ آیا......اس نے چھوٹو کے پاس آنا جانا بند کر دیا......چھوٹو

بہت پریشان ہوا...... کیونکہ اب روزانہ خود ہی کلہاڑے سے لکڑیاں کاٹتا، پھر بازار میں لے جا کر بیچتا ......اس سے چھوٹو کا تھک کر برا حال ہو جاتا کیونکہ پہلے ساری لکڑیاں ہاتھی توڑ دیتا تھا، یہ تو صرف اکٹھی کر کے بازار میں لا کر بیچ دیتا تھا......

کئی دنوں کے بعد ہاتھی چھوٹو کے پاس آیا اور کہا کہ میرے سر میں کلہاڑا مار...... یہ سن کر چھوٹو ڈر گیا اور خوف زدہ ہو کر کہنے لگا...... ہاتھی جی یہ آپ کیا کہہ رہے ہو...... میں بھلا کیوں آپ کے سر میں کلہاڑا ماروں گا......

ہاتھی نے گرج کر کہا...... جلدی کر نہیں تو میں تجھے ماردوں گا...... مرتا کیا نہ کرتا......

چھوٹو نے خوف کے مارے کلہاڑا ہاتھی کے سر میں ماردیا...... ہاتھی کے سر سے خون بہنے لگا اور وہ دھاڑ مار کر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔

کافی دنوں کے بعد ہاتھی پھر چھوٹو کو جنگل میں نظر آیا...... تو چھوٹو دوڑ کر فوراً ہاتھی کے پاس آیا...... ہاتھی نے چھوٹو سے کہا چھوٹو دیکھ میرے سر میں وہ کلہاڑے کا زخم ہے کہ نہیں؟......

چھوٹو نے ہاتھی کے سر کو غور سے دیکھ کر کہا ...... زخم بالکل بھر گیا ہے ...... بلکہ اب تو نشان بھی ختم ہونے لگا ہے۔

ہاتھی نے یہ سن کر کہا...... لیکن جو تو نے اس دن باتیں کیں اور مجھے برا بھلا کہا تھا...... ان باتوں کا زخم میرے سینے میں آج بھی ہرا ہے۔

بس یہی بتانے کے لئے میں تیرے پاس آیا تھا کہ ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولا کر کیونکہ زبان کا زخم نہیں جاتا۔

یہ سن کر چھوٹو بہت شرمندہ ہوا اور ہاتھی سے بہت عاجزی سے معافی مانگی ...... ہاتھی جنگل میں چلا گیا اور مڑ کر پھر واپس نہیں آیا۔

اب چھوٹو کو بہت پچھتاوا ہوا...... وہ ہر ایک بندے سے بہت محبت پیار اور عاجزی سے ملنے لگا...... کبھی کسی کو بھی ایسی بات نہ کہتا تھا کہ جو بری لگنے والی ہو۔

پیارے بچو! ہمیں بھی سب سے محبت اور پیار سے ملنا چاہئے اور بات کرنے سے پہلے سوچ سمجھ کر بولنا چاہئے کسی کی بھی دل آزاری نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور بدزبان کو سب لوگ ہی برا سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

⌘ ہماری پیدائش کا مقصد

معزز خواتین! اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں تھوڑے سے وقت کیلئے بھیجا ہے یہ تھوڑا سا وقت پورا ہونے پر ہمیں ہمیشہ کے لئے اس دنیا کو چھوڑ کر جانا پہلے سے طے ہے اور دنیا سے جانے کا یہ فیصلہ اتنا اٹل ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس فیصلے کو ٹلا نہیں سکتی انسان خواہ مرد ہو یا عورت چھوٹا ہو یا بڑا، بادشاہ ہو یا گدا، امیر ہو یا غریب، مسلمان ہو یا کافر، نیک ہو یا بُرا، کوئی چاہے یا نہ چاہے بہرصورت و بہرحال اپنا مقررہ وقت پورا ہونے پر یہاں سے جانا ہی ہے اور جانا بھی ہمیشہ کیلئے ہے۔ ؎

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں کیوں بھیجا ہے؟ اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں بڑے سادہ اور آسان انداز میں موجود ہے، ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورۂ ذاریات آیت نمبر ۵٦)

ترجمہ: اور میں نے جن اور انسان کو (دراصل) اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں (ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

عبادت کسے کہتے ہیں؟

عبادت کا لغوی معنیٰ ہے بندگی، غلامی، اطاعت۔ اور ہمارے عام بول چال میں جب عبادت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا یا اللہ تعالیٰ کا کہا ماننا وغیرہ چنانچہ اہلِ علم حضرات نے عبادت کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے روح البیان کے حوالے سے فرمایا ہے:

''عبادت کے معنی ہیں اپنی پوری طاقت مکمل فرمانبرداری میں صرف کرنا، اور خوف وعظمت کے پیشِ نظر نافرمانی سے دور رہنا (روح البیان ص۷۴ ج۱)'' معارف القرآن ج۱ ص۱۳۲

حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ عبدیت کی حقیقت بیان

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایمان وعمل کے کمال کا نام عبدیت یا غلامی ہے (یعنی خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو بے چون و چرا ماننا اور عمل کرنا اور ان کی رضا اور خوشی میں اپنی خواہش و مرضی کو فنا کردینا)''

اس کے بعد بندے اور خدا کا تعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر غور کیا جائے تو خدا تعالیٰ کے ساتھ تو ہم کو حقیقی غلامی کا تعلق ہے۔ انسانی غلامی سے تو آدمی آزاد بھی ہوسکتا ہے برخلاف خدا تعالیٰ کی غلامی کے کہ اس کا طوق ہماری گردن سے کبھی نہیں نکل سکتا کیونکہ اس غلامی سے آزادی کی صورت یہی ہے کہ نعوذ باللہ ہم بندے نہ رہیں اور خدا، خدا نہ رہے۔''

اس کے بعد انسان کو دنیا میں بھیجنے کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انسان کو جس بات کے حاصل کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے وہ یہی عبدیت کی حالت ہے یعنی دنیا میں انسان کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اوامر ونواہی [1] کو پورا کرکے عبدیت حاصل کرلے (اور اوامر ونواہی کا تعلق ہی زیادہ تر افعال واعمال سے ہے خواہ وہ اصطلاحی عبادات ہوں یا معاملات و معاشرات و اخلاق سب کو پورا کرنا ہی عبدیت یا بندگی ہے)'' (تصوف وسلوک ص ۱۹۸) بصائر حکیم الامت ص ۳۴۴

عبادت کے مفہوم کی وسعت

اس تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ عبادت کا لفظ پڑھ کر یا سن کر اس کا جو مفہوم ہمارے ذہن میں آتا ہے وہ محدود مفہوم ہے جبکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں یا بزرگانِ دین کی تعلیمات کی رو سے اس کا مفہوم کافی وسیع ہے۔

چنانچہ ہمارے ہاں عام طور پر عبادت گزار خاتون اس کو سمجھا جاتا ہے جو پانچ وقت کی فرض نمازوں کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین وغیرہ سمیت نفلی نمازیں بکثرت پڑھتی ہو اور رمضان کے فرض روزوں

---

[1] اوامر سے وہ کام مراد ہیں جن کے کرنے کا حکم ہے مثلاً نماز، روزہ وغیرہ اور نواہی سے مراد وہ کام ہیں جن کے کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ مثلاً جھوٹ، غیبت وغیرہ۔

کے علاوہ نفلی روزے بھی رکھتی ہو اسی طرح زکوٰۃ کے ساتھ نفلی صدقہ خیرات زیادہ کرتی ہو، نفلی حج، عمرے کرتی ہو، تلاوت، ذکر، وظیفے، تسبیح، درود، دعاؤں وغیرہ کا زیادہ اہتمام کرتی ہو۔ جبکہ مذکورہ تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام پر عمل کرنا عبادت ہے اور تمام احکام میں وہ احکام بھی شامل ہیں جن میں کسی کام کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ احکام بھی شامل ہیں جن میں کسی کام سے روکا گیا ہے بلکہ ایک حدیث شریف میں تو سب سے بڑا عبادت گزار بننے کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حرام کام سے بچو۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَالنَّاسِ (مسند احمد، سنن ترمذی)

یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہیں ان سے بچو اور اُن سے پورا پورا پرہیز کرو اگر تم نے ایسا کیا تو تم بہت بڑے عبادت گزار ہو۔

یہ پانچ نصیحتوں پر مشتمل ایک حدیث میں بیان کردہ پہلی نصیحت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بڑا عبادت گزار بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ اور ممنوع کاموں سے پرہیز کرتا ہو اگرچہ زیادہ نفلی نمازیں نہ پڑھتا ہو، نفلی روزے زیادہ نہ رکھتا ہو، ذکر و تسبیح میں بہت زیادہ مشغول نہ رہتا ہو (ملاحظہ ہو معارف الحدیث ج ۲ ص ۱۴۸ و ص ۱۴۹)

ایک غلط فہمی کی اصلاح

اس سے وہ بہت بڑی غلط فہمی دور ہو جانی چاہئے جس میں اکثر خواتین کم علمی و ناسمجھی سے مبتلا معلوم ہوتی ہیں کہ فقط نفلی نمازیں، نفلی روزے، نفلی صدقہ خیرات، تلاوت و ذکر، اور درود وظیفوں کو ہی اصلی اور پوری عبادت گزاری نہ سمجھ بیٹھیں بلکہ حرام کاموں مثلاً جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، حسد کرنا، بُغض رکھنا، تکبر کرنا، فخر کرنا، ناجائز رسومات اور طرح طرح کی بدعات اختیار کرنا، پردہ نہ کرنا، فلمیں، ڈرامے دیکھنا، محرم کے بغیر سفر کرنا وغیرہ وغیرہ سے بچنے کو بھی عبادت گزاری کے مفہوم میں شامل سمجھیں۔

ایک شبہ کا جواب

ملحوظ رہے کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نفلی اعمال (نفل نماز، نفل روزہ، صدقہ، خیرات، ذکر و تلاوت وغیرہ) عبادت نہیں ہیں بلاشبہ یہ بھی عبادت ہیں اور بڑی فضیلت والے اعمال ہیں اور کرنے چاہئیں لیکن فقط

انہی اعمال کو ہی عبادت سمجھ لینا اور گناہوں اور حرام کاموں سے بچنے کو عبادت کے مفہوم میں شامل نہ سمجھنا یا حرام کاموں سے بچنے کو ضروری نہ سمجھنا درست نہیں۔اس غلط فہمی کی اصلاح ضروری ہے خوب سمجھ لیا جائے۔

عبادت کا ایک اہم پہلو

پھر عبادت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور پسند والے طریقے کے مطابق انجام دینا عبادت ہے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی بھی لگ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو جس طرح جی چاہے پورا کرلیں بہر حال اللہ تعالی کی رضا حاصل ہو جائیگی چنانچہ بعض خواتین شوق کی وجہ سے تسبیح کی نماز کو باجماعت پڑھنے کا اہتمام کرتی ہیں یا بعض خواتین حج یا عمرہ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کو ادا کرنے کے لئے شوق کے غلبے کی وجہ سے محرم کے بغیر یا کسی اجنبی کو اپنا محرم ظاہر کرکے چل پڑتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ہم نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔

حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمائے ہوئے طریقے پر پورا کرنا نہیں ہے بلکہ اپنی چاہت کے مطابق پورا کرنا ہے اس لئے یہ بھی صحیح طرح عبادت کرنا نہ ہوا۔

خیر اس تفصیل سے یہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت جو ہمارے دنیا میں آنے کا مقصد ہے وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام (اوامر ونواہی) کو اللہ تعالیٰ کی رضا والے طریقے کے مطابق انجام دینا ہے۔

اور جب عبادت کی حقیقت یہ ہے تو اب ہم پر بحیثیت اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کے یہ لازم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کو پہچانیں،اوران کا علم حاصل کریں کیونکہ علم حاصل کئے بغیر احکام خداوندی پر عمل کرنا یا تو ہو ہی نہیں سکے گا اور یا غلط طریقے پر ہوگا اور دونوں صورتوں میں وہ عمل عبادت شمار نہیں ہوگا۔

اگلے شمارے میں اس سلسلے میں ان شاءاللہ تعالیٰ حصولِ علم سے متعلق کچھ ضروری باتیں پیش کی جائیں گی۔

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

فجر کی نماز جلدی پڑھنا افضل ہے یا تاخیر سے؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

احناف کے نزدیک فجر کی نماز تاخیر سے یعنی روشنی ہوجانے پر پڑھنا افضل ہے۔

اس پر بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ احناف کا یہ موقف احادیث کے خلاف ہے۔

آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں فجر کی نماز وقت داخل ہونے کے بعد فوراً پڑھنا افضل ہے، یا کچھ تاخیر کرکے روشنی ہوجانے پر؟اور احناف کا موقف کن دلائل سے ثابت ہے، مفصل جواب تحریر فرمادیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

فجر کی نماز کا وقت صبح صادق وطلوعِ فجر پر شروع ہوجاتا ہے، اور سورج طلوع ہونے تک جاری رہتا ہے۔

چنانچہ ایک لمبی حدیث میں ہے:

وَوَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعْ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتْ الشَّمْسُ فَأَمْسِكْ عَنْ الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ (مسلم حديث نمبر ٩٦٦، واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ٢٩٦٦، وحديث نمبر ٧٠٧٧،)

ترجمہ: اور صبح کی نماز کا وقت طلوعِ فجر سے شروع ہوجاتا ہے، اور سورج طلوع ہونے تک جاری رہتا ہے، اور جب سورج طلوع ہوجائے، تو آپ نماز سے رک جائیں، کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے (اور اس وقت شیطان کے پجاری عبادت کرتے ہیں) (ترجمہ ختم)

اور اسی وجہ سے جمہور اہلِ اسلام کا اجماع واتفاق ہے کہ فجر طلوع ہوتے ہی فجر کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اور سورج طلوع ہونے پر ختم ہوجاتا ہے۔

لہٰذا طلوعِ فجر کے بعد فجر کی نماز پڑھنا جائز ہے۔[۱]

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فجر کی نماز طلوعِ فجر کے فوراً بعد پڑھنا افضل ہے، یا پھر کچھ تاخیر کر کے اسفار (روشنی ہوجانے) پر پڑھنا افضل ہے، تو اگرچہ متعدد فقہاء کے نزدیک یقینی طور پر طلوعِ فجر ہوجانے کے بعد پڑھنا افضل ہے، لیکن ہمارے احناف فقہائے کرام کے نزدیک فجر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھنا افضل ہے، کہ اسفار (یعنی روشنی) ہوجائے، جس کی حد فقہائے کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ مسنون قرأت یعنی طوالِ مفصل (سورۃ حجرات سے سورہ انفطار تک) کی سورتیں نماز میں پڑھ کر اتنا وقت باقی رہے کہ اگر کسی وجہ سے نماز کو لوٹانی پڑ جائے، تو وضو وغیرہ کر کے لوٹانے کا وقت باقی ہو۔

حضرت امام محمد شیبانی رحمہ اللہ کتابُ الاصل میں فرماتے ہیں:

قُلْتُ أَرَأَيْتَ الْفَجرَ أَيُنَوَّرُ بِهَا فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيفِ أَوْ يُغَلَّسُ بِهَا قَالَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُّنَوَّرَ بِهَا (الاصل للشيبانی، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

ترجمہ: میں نے (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے) عرض کیا کہ آپ کی فجر کی نماز کے بارے میں کیا رائے ہے، کیا سردیوں اور گرمیوں میں روشن کر کے پڑھی جائے گی، یا اندھیرے میں پڑھی جائے گی؟ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ (سردیوں وگرمیوں میں) روشن کر کے پڑھی جائے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سردی کا موسم ہو یا گرمی کا، ہر موسم میں فجر کی نماز روشنی میں پڑھنا افضل ہے۔ اور ایک روایت میں جو سردی وگرمی کی تفریق وتقسیم آئی ہے، کہ سردیوں میں غلس (اندھیرے) میں، اور گرمیوں میں اسفار (روشنی) میں، تو اس کی سند محدثین کے نزدیک قابلِ حجت نہیں ہے۔[۲]

---

[۱] (كذافى مجمع الانهر، كتاب الصلاة، وقت العشاء والوتر، اللباب فى شرح الكتاب، كتاب الصلاة، البحر الرائق، كتاب الصلاة، فتح القدير، كتاب الصلاة، باب المواقيت، العناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت)

[۲] قال العلامة كشميرى:

وفى حديث مرفوع > :التغليس فى الشتاء والإسفار فى الصيف <وتتبعته فوجدته ساقط السند ، فإن فى سنده سيفاً صاحب كتاب الفتوح ، وهو قريب من الاتفاق على ضعفه ، ثم وجدت متنه فى حلية الأولياء لأبى نعيم الأصبهانى ، وليس فى سنده والله أعلم .(العرف الشذى للكشميرى ج ١ ص ١٧٦ ،باب ما جاء فى الإسفار بالفجر)

اقول: فى سند رواية حلية الاولياء المنهال بن الجراح ،وهو متفق على تضعيفه. بل عند البعض منكر او متروك او كاذب. كما سيجيئ .محمد رضوان .

اور امام محمد رحمہ اللہ کتابُ الحجۃ میں فرماتے ہیں:

قال ابو حنيفة رضی الله عنه ينبغی ان يسفر بالفجر لما قد جاء فی ذلک من الآثار ولأن صلاة الفجر يكون الناس فيها فی حال ثقل من النوم فنبغی أن يسفر بها لان يشهدها من كان نائما ومن كان غير نائم . وقال اهل المدينة ومالک ينبغی ان يغلس بها لما جاء فی ذلک من الأخبار .وقال محمد بن الحسن قد جاء فی ذالک آثار مختلفة من التغليس والاسفار بالفجر والاسفار بالفجر احب الينا لأن القوم كانوا يغلسون فيطيلون القراءة فينصرفون كما ينصرف اصحاب الاسفار ويدرک النائم وغيره الصلاة وقد بلغنا عن ابی بكر الصديق رضی الله تعالی عنه انه قرأ سورة البقرة فی صلاة الصبح فانما كانوا يغلسون لذلک فأما من خفف وصلی بسورة المفصل ونحوها فإنه ينبغی له ان يسفر . وقد بلغنا ان رسول الله ﷺ قال اسفروا بالفجر فانه اعظم للأجر حديث مستفيض معروف (الحجة للامام محمد، باب اختلاف أهل الكوفة وأهل المدينة فی الصلوات و المواقيت)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فجر کو اسفار (روشنی) میں پڑھنا مناسب ہے، کیونکہ اس کے بارے میں آثار وارد ہیں، نیز فجر کی نماز میں لوگوں پر نیند کی حالت کا بوجھ ہوتا ہے، اس لئے بھی فجر کی نماز کو اسفار میں پڑھنا مناسب ہے، تاکہ اس میں وہ لوگ بھی شریک ہوجائیں، جوکہ سونے والے ہیں، اور جو سونے والے نہیں ہیں۔ اہلِ مدینہ اور امام مالک نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو غلس (اندھیرے) میں پڑھنا مناسب ہے، کیونکہ اس بارے میں اخبار وارد ہیں۔ اور امام محمد بن حسن فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں مختلف آثار ہیں، فجر کو غلس میں پڑھنے کے بھی اور اسفار میں پڑھنے کے بھی، اور فجر کو اسفار میں پڑھنا ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ لوگ غلس میں جب نماز پڑھتے تھے، تو لمبی قرأت کیا کرتے تھے، اور نماز سے فارغ ہوکر اسی طرح لوٹتے تھے، جس طرح (عام قرأت کے ساتھ) اسفار میں نماز پڑھنے والے لوٹتے ہیں، اور (لمبی قرأت کی وجہ سے) سونے والے اور دوسرے سب لوگ ،نماز کو پالیا کرتے تھے (اور اس دور کے حضرات لمبی نماز کا شوق ذوق رکھتے تھے، اس لئے لمبی قرأت کے ساتھ غلس میں نماز پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہ تھا) اور ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے صبح کی نماز میں سورہ بقرۃ کی قرأت کی، پس

اسی (لمبی قرأت) کی وجہ سے وہ غلس میں نماز پڑھا کرتے تھے۔اور جو لوگ ہلکی نماز پڑھیں، اور مفصل سورتوں (سورۃ حجرات سے سورہ انفطار تک) کی نماز میں قرأت کریں (اور عام لوگوں کے لئے فجر کی نماز میں یہی سورتیں پڑھنا افضل ہیں) تو پھر اسفار میں نماز پڑھنا مناسب ہے، اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کو روشن کر کے پڑھو، یہ اجر میں بڑھی ہوئی ہے، یہ حدیث مستفیض اور معروف ہے (ترجمہ ختم)

اس کے بعد امام محمد رحمہ اللہ نے اسفار میں نماز کے افضل ہونے کی متعدد احادیث وآثار ذکر فرمائے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک فجر کی نماز کو اسفار (روشنی ہو جانے) پر پڑھنا افضل ہے، اور اس افضلیت کی بنیاد احادیث ہیں، البتہ اسی کے ساتھ اسفار میں نماز کی فضیلت کی ایک وجہ جماعت کی تکثیر بھی ہے (لیکن یہ وجہ ثانوی درجہ میں بطور حکمت ہے، اور فضیلت کا اصل مدار احادیث ہیں) البتہ اگر کوئی غیر معمولی لمبی قرأت کرے، تو پھر غلس میں شروع کر کے اسفار میں ختم کرنے میں بھی حرج نہیں، اور صحابۂ کرام کے زمانے میں لمبی نماز کے شوق ذوق کی کثرت کی وجہ سے بعض اوقات غیر معمولی طویل قرأت بھی ہو جایا کرتی تھی۔مگر احادیث میں عام حالات میں امام کے لئے غیر معمولی لمبی قرأت کرنے کی ممانعت اور ہلکی نماز پڑھانے کا حکم آیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک عام ضابطہ وقاعدہ کے مطابق مسنون قرأت کے ساتھ فجر کی نماز کو اسفار میں پڑھنا افضل ہے، اور جب مسنون قرأت کی جائے گی، تو اسفار میں ہی نماز کو شروع بھی کیا جائے گا۔ [۲]

---

[۱] عَنْ أَبِی مَسْعُودٍ قَالَ أَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّی لَأَتَأَخَّرُ فِی صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ لِمَا یُطِیلُ بِنَا فِیهَا قَالَ فَمَا رَأَیْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ فِی مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَالَ یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِینَ فَأَیُّكُمْ مَا صَلَّی بِالنَّاسِ فَلْیُجَوِّزْ فَإِنَّ فِیهِمُ الضَّعِیفَ وَالْكَبِیرَ وَذَا الْحَاجَةِ (ابنِ ماجة، حدیث نمبر ۹۷۴، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب من أم قوما فلیخفف، واللفظ لهٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۱۷۰۷۷)

رہے وہ بعض واقعات جن میں طویل قرأت کا ذکر ہے، تو وہ صحابۂ کرام کی لمبی نماز کے شوق ذوق پر مبنی ہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

[۲] لہٰذا بعض حضرات جو یہ سمجھتے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک عام حالات میں غلس میں نماز شروع کر کے اسفار میں ختم کرنا افضل ہے، ہمیں امام محمد رحمہ اللہ سے اس کا معتبر سند سے ثبوت نہیں مل سکا، اور ان سے جو کچھ اس سلسلہ میں ثابت ہے، وہ باحوالہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ بلکہ امام محمد رحمہ اللہ کی الحجۃ کی مندرجہ بالا عبارت سے تو بعض صحابہ کے غلس میں شروع کر کے اسفار میں ختم کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ وہ اس صورت میں ہے، جبکہ غیر معمولی طویل قرأت کی جائے، برخلاف قرأتِ مسنونہ کے۔

فجر کی نماز تاخیر سے پڑھنے کی فضیلت واہمیت پر قولی احادیث

کئی صحیح وصریح قولی احادیث میں فجر کی نماز کو اسفار میں پڑھنے کا حکم اور اس کی فضیلت آئی ہے، اور اسفار میں فجر کی نماز پڑھنے کے عمل کو زیادہ فضیلت کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

بعض روایات میں یہ حکم ''اسفروا'' کے الفاظ کے ساتھ، اور بعض روایات میں ''اصبحوا'' کے الفاظ کے ساتھ، اور بعض روایات میں ''نوروا'' کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے، اور بعض احادیث میں یہ تصریح بھی آئی ہے کہ اتنا اسفار کیا جائے کہ تیر پھینکا جائے تو اس کے گرنے کی جگہ کے نشانات نظر آنے لگیں۔

ان سب کا مقصود ایک ہی ہے، اور وہ یہ ہے کہ فجر کی نماز طلوعِ فجر کے فوراً بعد پڑھنے کے بجائے اتنی تاخیر کر کے پڑھنا افضل ہے کہ صبح کی روشنی پھیل جائے، اور اندھیرا ختم ہو جائے۔

اس سلسلہ میں ہم ترتیب وار مختلف احادیث وروایات کا ذکر کرتے ہیں۔

جن روایات میں ''اسفروا'' کے الفاظ ہیں، وہ درجِ ذیل ہیں

(۱)......امام ترمذی اور ابنِ ابی شیبہ رحمہما اللہ نے حضرت محمود بن لبید رحمہ اللہ کی سند سے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا ارشاد اس طرح روایت کیا ہے:

يَقُولُ أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ (ترمذی، حدیث نمبر ۱۴۲، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الاسفار بالفجر، مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۳۲۶۱ کتاب الصلاۃ، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، کیونکہ یہ اجر میں بڑھا ہوا ہے (ترجمہ ختم)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

اور اس حدیث میں روشنی میں فجر کی نماز پڑھنے کا جو حکم ہے، وہ استحبابی ہے۔

(۲)......اور ابونعیم اصبہانی نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں حدیث روایت کی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :أسفروا بالفجر فإنَّهُ أعظم للأجر (مُسْنَدُ أَبِيْ حَنِيفَةَ ،حدیث نمبر ۳۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، کیونکہ یہ اجر کے لئے

زیادہ عظیم ہے(ترجمہ ختم)

(۳)......اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت امام محمد رحمہ اللہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی سند سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

قال رسول الله ﷺ اسفروا بالفجر فانه اعظم للأجر (الحجة للامام محمد، باب اختلاف أهل الكوفة وأهل المدينة فى الصلوات و المواقيت)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، کیونکہ یہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے(ترجمہ ختم)

اسفار کے معنیٰ صبح کو روشن کرنے کے آتے ہیں، لہٰذا اس سے فجر کی نماز کے اسفار میں (روشنی ہونے کے بعد) پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوئی۔

(۴)......اور امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت محمود بن لبید کی سند سے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ (سنن النسائى، حديث نمبر ۵۴۷،السنن الكبرىٰ للنسائى، حديث نمبر ۱۵۳۰ باب الاسفار بالصبح)

ترجمہ: فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو(ترجمہ ختم)

(۵)......اور امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت محمود بن لبید رحمہ اللہ سے بعض انصار صحابہ سے ایک حدیث ان الفاظ میں روایت کی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ بِالْأَجْرِ (سنن النسائى،حديث نمبر ۵۴۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم فجر کی نماز کو جتنی روشن کر کے پڑھو گے، اتنا اجر زیادہ عظیم ہوگا(ترجمہ ختم)

اس روایت میں فجر کی نماز کے زیادہ اسفار میں پڑھنے پر فضیلت کے زیادہ ہونے کی وضاحت ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ احادیث کی رُو سے زیادہ اسفار کرنے میں زیادہ فضیلت ہے۔ [۱]

(۶)......اور سننِ کبریٰ نسائی اور معجم کبیر طبرانی میں ان الفاظ میں روایت ہے:

---

[۱] اور بعض لوگوں کی یہ تاویل کہ اسفار سے مراد فجر کے وقت کا یقینی طور پر داخل ہونا ہے، درست نہیں ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ سے واضح ہے، کیونکہ اگر یہ تاویل درست ہوتی تو پھر ''ما اسفرتم'' فرمانے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

أَسْفِرُوا بِالصُّبْحِ ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ (السنن الكبرىٰ للنسائی، حدیث نمبر باب الاسفار بالصبح ،المعجم الكبير للطبرانی حدیث نمبر ۴۱۶۹)

ترجمہ: صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، کیونکہ یہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

(۷)......اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ :مَا أَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ (المعجم الكبير للطبرانی حدیث نمبر ۴۱۷۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم فجر کی نماز کو جتنا روشن کرکے پڑھوگے، تو بے شک اتنا ہی اجر زیادہ عظیم ہوگا (ترجمہ ختم)

(۸)......اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت رافع بن خدیج سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَكُلَّمَا أَسْفَرْتُمْ , فَهُوَ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ ,وَقَالَ :لِأُجُورِكُمْ "(شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۰۶۶، باب الوقت الذی يصلى فيه الفجر أی وقت هو ؟)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، پس جب جب بھی تم صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھوگے، تو یہ اجر کے لئے یا یہ فرمایا تمہارے اجر کے لئے زیادہ عظیم ہوگی (ترجمہ ختم)

ان دونوں روایات کے الفاظ سے بھی بلا کسی تاویل کے فجر کی نماز کو زیادہ روشنی میں پڑھنے کی صاف طور پر فضیلت ثابت ہوئی۔

(۹)......اور معجم کبیر طبرانی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَسْفِرُوا بِصَلاةِ الْفَجْرِ ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ .(المعجم الكبير للطبرانی حدیث نمبر ۴۱۷۱)

ترجمہ: فجر کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، کیونکہ یہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

(۱۰)......اور طبرانی ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَسْفِرُوا بِصَلاةِ الْغَدَاةِ ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ (المعجم الكبير للطبرانی حدیث نمبر ۴۱۶۳)

ترجمہ: صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، کیونکہ یہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

(۱۱)......اور سنن دارمی و مسند حمیدی میں ان الفاظ میں روایت ہے:

أَسْفِرُوا بِصَلاةِ الصُّبحِ ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلأَجْرِ (سنن دارمی،حدیث نمبر ۱۲۶۴ کتاب الصلاۃ، باب الاسفار بالفجر،مسند الحمیدی حدیث نمبر ۴۳۴

ترجمہ: فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، کیونکہ یہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

(۱۲)......اور امام ابنِ ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم سے اس طرح روایت کیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :أَسفِرُوا بِالفَجرِ ، فَإِنَّكُم كُلَّمَا أَسفَرتُم كَانَ أَعظَمَ لِلأَجرِ .(مصنف ابنِ ابی شیبة،حدیث نمبر ۳۲۷۲، کتاب الصلاۃ، باب مَنْ کَانَ یُنَوِّرُ بِهَا وَیُسْفِرُ ، لا یَرَی بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، تم فجر کی نماز کو جتنا روشن کر کے پڑھو گے، تو بے شک وہ اجر کے لئے اتنی ہی زیادہ عظیم ہوگی (ترجمہ ختم)

(۱۳)......اور امام عبدالرزاق نے حضرت زید بن اسلم سے ان الفاظ میں روایت نقل کی ہے:

إن النبی صلی الله علیه وسلم قال :أسفروا بصلاة الصبح فهو أعظم للاجر (مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۲۱۸۲)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، کیونکہ وہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

(۱۴)......اور امام ابوداؤد طیالسی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے:

قال النبی صلی الله علیه وسلم لبلال : أسفر بصلاة الصبح حتی یری القوم مواقع نبلهم (مسند الطیالسی حدیث نمبر ۹۹۲)

ترجمہ: نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ صبح کی نماز کو اتنی روشن کر کے پڑھو، کہ لوگوں کو اپنے تیر لگنے کی جگہ کے نشان نظر آنے لگیں (ترجمہ ختم)

اس روایت میں اسفار کی وضاحت بھی ہوگئی کہ اس سے مراد فجر کی نماز کو اتنی روشنی میں پڑھنا ہے، کہ تیر لگنے کے نشان نظر آ سکیں (فیض القدیر للمناوی ، تحت حدیث رقم ۱۰۲۳)

(۱۵)......اور امام دولابی رحمہ اللہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لبلال : أسفر بصلاة الصبح بقدر ما

یری القوم مواقع نبلهم(الکنی والأسماء للدولابی، حدیث نمبر ۴۱۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ صبح کی نماز کو اتنی مقدار روشن کر کے پڑھو، کہ لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہ کے نشان دیکھ سکیں (ترجمہ ختم)

اور ظاہر ہے کہ اندھیرے میں نماز پڑھ لینے کی صورت میں تیروں کے نشان دیکھنا ممکن نہیں، لہٰذا اس سے واضح طور پر نماز کو روشنی میں پڑھنے کی ترغیب وفضیلت ثابت ہوئی۔

(۱۶)......اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رَسُول اللهِ صلى الله عليه وسلم :اسفروا بصلاة الفجر فإنه أعظم للأجر ، أو :أعظم لاجركم(مسند البزار حدیث نمبر ۲۲۴۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، کیونکہ وہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے یا یہ فرمایا تمہارے اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم) [۱]

(۱۷)......حضرت حواء انصاریہ بنت زید بن سکن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۲۰۰۳۲)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ فجر کو روشن کر کے پڑھو، یہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم) [۲]

ان احادیث میں اسفار سے اتنی تاخیر مراد ہے کہ روشنی ہو جائے، اور اس کے خلاف جو بعض حضرات نے یہ تاویل کی ہے کہ اسفار سے مراد یہ ہے کہ یقینی طور پر فجر کا وقت داخل ہو جائے، یہ خود ان احادیث کی تصریحات کے علاوہ دیگر دلائل کی رُو سے بھی درست نہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اب تک فجر کی نماز کو اسفار میں (روشنی ہونے پر) پڑھنے کی ترغیب وفضیلت سے متعلق تقریباً سترہ روایات

---

[۱] رواه البزار وقال اختلف فيه على زيد بن أسلم ، قلت وفيه يزيد بن عبدالملک النوفلی ضعفه أحمد والبخاری والنسائی وابن عدی ووثقه ابن معين فی رواية وضعفه فی أخرى .(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۵)

قلت :هذاالحديث مع شواهده حديث حسن .

[۲] رواه الطبرانی فی الكبير وفيه اسحق بن ابراهيم الحنينی ضعفه النسائی وغيره وذكره ابن حبان فی الثقات(مجمع الزوائد،باب وقت صلاة الصبح)

وهذاالحديث ايضاًمع شواهده حديث حسن .

ذکر کی جا چکی ہیں۔
بعض محدثین نے اسفار میں نماز پڑھنے کی احادیث کی کثرت کو دیکھتے ہوئے ان کو متواتر قرار دیا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے حوالہ سے اسفار میں فجر کی نماز پڑھنے کی احادیث کا مستفیض اور معروف ہونا پہلے گزر چکا ہے۔

اور جن روایات میں ''اَصبحوا'' کے الفاظ ہیں، وہ درج ذیل ہیں

(۱۸)......حضرت محمود بن لبید رحمہ اللہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلی اللہ علیہ وسلم- أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُورِكُمْ .أَوْ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۲۴، کتاب الصلاۃ، باب فی وقت الصبح)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، کیونکہ یہ تمہارے اجور کے لئے زیادہ عظیم ہے، یا یہ فرمایا کہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں ''اصبحوا بالصبح'' کے الفاظ سے صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھنا واضح طور پر معلوم ہوا، کیونکہ عربی قاعدہ کے لحاظ سے جب کسی لفظ کے ساتھ اسی کے معنیٰ والا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، تو اس سے تاکید مراد ہوتی ہے۔ لہٰذا ''اصبحوا بالصبح'' کے معنیٰ یہ ہوئے کہ صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھو۔

(۱۹)......اور ابنِ ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ أَوْ لِأَجْرِكُمْ (ابن ماجة، حدیث نمبر ۶۷۲، کتاب الصلاۃ، باب وقت صلاۃ الفجر)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، کیونکہ یہ اجر کے لئے یا یہ فرمایا کہ تمہارے اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

(۲۰)......اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ -أَوْ لِأَجْرِهَا (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۵۸۱۹)

ترجمہ: صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، کیونکہ یہ اجر کے لئے یا یہ فرمایا کہ اس کے اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

(۲۱)......اور صحیح ابنِ حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ ، فَإِنَّكُمْ كُلَّمَا أَصْبَحْتُمْ بِالصُّبْحِ كَانَ أَعْظَمَ لِأُجُورِكُمْ أَوْ لِأَجْرِهَا (صحيح ابن حبان ، حديث نمبر ۱۴۸۹)

ترجمہ: صبح کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، کیونکہ جب جب بھی تم صبح کی نماز کو روشن کر کے پڑھو گے، تو یہ تمہارے اجر کے لئے یا یہ فرمایا کہ اس کے اجر کے لئے زیادہ عظیم ہوگا (ترجمہ ختم)

(۲۲)......اور ابونعیم اصبہانی نے حضرت محمود بن لبید رحمہ اللہ سے ان کی انصار قوم کے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرح روایت کیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَصْبِحُوا بِالْفَجْرِ، فَكُلَّمَا أَصْبَحْتُمْ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ، أَوْ لِأَجْرِكُمْ "(معرفة الصحابة لابی نعیم ، حدیث نمبر ۱۴۳۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، پس جب جب بھی تم فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو گے، تو یہ اجر کے لئے یا یہ فرمایا کہ تمہارے اجر کے لئے زیادہ عظیم ہوگا (ترجمہ ختم)

اس روایت میں ''اصبحوا بالفجر'' کے الفاظ ہیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ فجر ہو جانے کے بعد اس کا روشن ہو جانا مراد ہے، اور یہ مطلب وتاویل ہرگز درست نہیں کہ فجر کا وقت یقینی طور پر داخل ہونے پر نماز پڑھو، کیونکہ اولاً تو ''بالفجر'' کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ ''اصبحوا'' سے فجر کا وقت یقینی طور پر داخل ہونے کے بعد روشنی کرنا مراد ہے، دوسرے پھر مزید تاکید بھی ''فکلما اصبحتم'' سے کر دی گئی ہے، جس سے مذکورہ تاویل کی تردید ہوگئی۔

(۲۳)......اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے ان کی انصار قوم کے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرح روایت کیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم " :أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ ,فَكُلَّمَا أَصْبَحْتُمْ بِهَا فَهُوَ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ "(شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۰۶۹ باب الوقت الذی یصلی فیه الفجر أی وقت هو ؟)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، پس جب جب بھی تم صبح کی نماز کو روشن کر کے پڑھو گے، تو یہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہوگی (ترجمہ ختم)

(۲۴)......اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے ایک دوسری روایت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَصْبِحُوا بِصَلَاةِ الصُّبْحِ ,فَمَا أَصْبَحْتُمْ

بِهَا فَهُوَ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ "(شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۰۶۷ باب الوقت الذی یصلی فیه الفجر أی وقت هو ؟)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، تم جتنی بھی صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھوگے، تو یہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہوگی (ترجمہ ختم)

(۲۵)......اور امام محمد شیبانی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے اس طرح روایت کیا ہے:

قال رسول الله ﷺ اصبحوا بالصبح فكلما اصبحتم فهو اعظم للأجر

(الحجة للامام محمد، باب اختلاف أهل الكوفة وأهل المدينة فی الصلوات و المواقیت)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، پس جب جب بھی تم صبح کی نماز کو روشن کرکے پڑھوگے، تو یہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہوگی (ترجمہ ختم)

پس فجر یا صبح کی نماز کو ''اصبحوا'' کے الفاظ والی روایات سے بھی روشنی ہونے پر پڑھنے کی ترغیب وفضیلت ثابت ہوگئی۔

اور جن روایات میں ''نوروا'' کے الفاظ ہیں، وہ درجِ ذیل ہیں

(۲۶)......امام طبرانی اور امام طحاوی رحمہما اللہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :نَوِّرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ

"(المعجم الكبير للطبرانی حدیث نمبر ۴۱۷۰،شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۰۶۸ وحدیث نمبر ۱۰۷۰ ،باب الوقت الذی یصلی فیه الفجر أی وقت هو ؟)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، کیونکہ وہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں جو ''نوروا بالفجر'' کے الفاظ آئے ہیں، ان سے واضح طور پر فجر کو روشن کرنا یعنی اسفار میں پڑھنا ہی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ طلوعِ فجر کے بعد منور کرنے کا مطلب یہی بنتا ہے۔

(۲۷)......اور امام دارمی رحمہ اللہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم : - نَوِّرُوا بِصَلاَةِ الْفَجْرِ ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ(سنن دارمی،حدیث نمبر ۱۲۶۵ کتاب الصلاة، باب الاسفار بالفجر)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، کیونکہ وہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

(۲۸)......اور امام ابنِ ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : نوروا بالصبح قدر ما يبصر القوم مواقع نبلهم(مسند ابن أبى شيبة، حديث نمبر ۸۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز کو اتنی مقدار روشن کر کے پڑھو، کہ لوگ اپنے تیر لگنے کی جگہ کے نشان دیکھ سکیں (ترجمہ ختم)

اگر چہ صبح کو منور و روشن کرنے کے الفاظ اپنے معنیٰ و مدعا یعنی اسفار کے لئے کافی تھے، لیکن جب تیر لگنے کی جگہ کے نشان نظر آنے کی مقدار کی صراحت کردی گئی، تو اس سے اس معنیٰ و مدعا کی مزید توضیح و تعیین ہوگئی، اور ہر قسم کے احتمالات ختم ہوگئے۔

(۲۹)......اور امام محمد شیبانی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

سمعت رسول الله ﷺ يقول يا بلال نور بالفجر ما يرى القوم مواقع نبلهم

(الحجة للامام محمد، باب اختلاف أهل الكوفة وأهل المدينة فى الصلوات و المواقيت)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اے بلال فجر کی نماز کو اتنی مقدار روشن کر کے پڑھو، کہ لوگ اپنے تیر لگنے کی جگہ کے نشان دیکھ سکیں (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صبح کی نماز کو اسفار میں پڑھنے سے مراد ایسی روشنی ہے کہ جس کے اثرات زمین پر اس طرح ظاہر ہوں کہ تیر لگنے تک کے نشانات بھی نظر آسکیں۔

(۳۰)......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نوروا أو أسفروا بصلاة الفجر فإنه أعظم للأجر(الكامل لابنِ عدى ج۲ ص ۳۹۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے یا اسفار کر کے پڑھو، کیونکہ یہ اجر کے لئے زیادہ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

بہر حال لفظِ "نوروا" کے الفاظ پر مشتمل روایات بھی اسفار میں (یعنی روشنی ہونے پر) نماز پڑھنے کی

ترغیب وفضیلت پر بالکل صریح ہیں،اور کسی دوسری تاویل کا احتمال نہیں رکھتیں۔

ان سب قولی احادیث سے بلاتاویل یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ فجر کی نماز کو روشنی ہوجانے پر پڑھنا افضل ہے،اور ان احادیث کے مقابلہ میں کسی بھی قولی حدیث میں فجر کی نماز کو اندھیرے میں پڑھنے کا افضل ہونا ثابت نہیں۔

فجر کی نماز تاخیر سے پڑھنے کی فعلی احادیث

قولی احادیث کے علاوہ بہت سے فعلی احادیث سے بھی فجر کی نماز کا ابتدائی وقت کے بجائے تاخیر سے اور روشنی ہوجانے پر پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔اب ان فعلی احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۳۱)...... حضرت عبدالرحمٰن بن یزید نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کا سفر کیا، وہ مزدلفہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا صَلَاةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ (بخاری، حدیث نمبر ۱۵۶۳، کتاب الحج، باب من أذن وأقام لكل واحدة منهما)

ترجمہ: پس جب (مزدلفہ میں) فجر طلوع ہوئی،تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ اس وقت میں (یعنی فجر طلوع ہوتے ہی) فجر کی نماز نہیں پڑھا کرتے ، تھے،مگر صرف اس دن،اس جگہ (مزدلفہ) میں ہی پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ دو نمازیں (حج کے موقع پر مزدلفہ میں) اپنے وقت سے ہٹادی گئی ہیں،مغرب کی نماز تو لوگوں کے مزدلفہ میں آنے کے بعد (پڑھی جائے گی) اور فجر کی نماز فجر طلوع ہوتے ہی پڑھی جائے گی،حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے طلوعِ فجر کے بعد فجر کی نماز کو مزدلفہ کے ساتھ خاص قرار دیا،اور اس وقت نماز پڑھنے کو اپنے وقت سے ہٹادیا جانا بتلایا،جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا عام معمول اور عادت فجر کی نماز تاخیر سے پڑھنے کی تھی،سوائے مزدلفہ کے۔

Idara Ghufran

(۳۲)......اور مسلم شریف کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں:

مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا لِمِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيقَاتِهَا (مسلم، حديث نمبر ۳۱۷۶، كتاب الصلاة، باب استحباب زيادة التغليس بصلاة الصبح يوم النحر الخ ، واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۳۶۳۷)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ نماز کو اس کے وقت پر پڑھتے ہوئے ہی دیکھا ہے، مگر (حج کے موقع پر) مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور اس دن آپ نے فجر کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی (ترجمہ ختم)

وقت سے پہلے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ آپ ﷺ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز طلوعِ فجر کا تحقق ہونے کے بعد ہی پڑھی تھی (جیسا کہ مسلم کے باب اور دیگر روایات سے واضح ہے) لیکن آپ ﷺ کا دوسرے دنوں میں جس وقت فجر کی نماز پڑھنے کا معمول تھا، مزدلفہ میں اس سے غیر معمولی پہلے پڑھی تھی۔

(۳۳)......اور مسند ابویعلیٰ موصلی کی حدیث میں حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کے یہ الفاظ ہیں:

حججنا مع ابن مسعود حتى إذا طلع أول الفجر قام فصلى الغداة، قال : فقلت له :ما كنت تصلى هذه الصلاة هذه الساعة ؟ وكان يسفر بالصلاة ، قال : إنى رأيت رسول الله ﷺ يصلى فى هذا اليوم ، فى هذا المكان يصلى هذه الساعة يعنى :بجمع (مسند ابويعلىٰ الموصلى ، حديث نمبر ۵۲۴۱)

ترجمہ: ہم نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، یہاں تک کہ جب (مزدلفہ میں) اولِ فجر طلوع ہوئی، تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے، اور فجر کی نماز پڑھی، میں نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ یہ (فجر کی) نماز اس وقت (یعنی اتنی جلدی) تو نہیں پڑھا کرتے ہیں، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھا کرتے تھے، تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس دن ، اس جگہ یعنی مزدلفہ میں اسی وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں اسفار کا لفظ طلوعِ فجر کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ میں یقینی طور پر طلوعِ فجر ہوجانے کے بعد ہی نماز پڑھی تھی، لہٰذا اسفار سے

مراد اس کے بعد کا غیر معمولی وقت ہے، جو کہ اسفار کا ہی وقت بنتا ہے، ورنہ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کے اظہارِ تعجب کے کوئی معنیٰ نہیں تھے۔

(۳۴)......اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

حَتَّى إِذَا طَلَعَ أَوَّلُ الْفَجْرِ، قَامَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ "، قَالَ :فَقُلْتُ لَهُ :مَا كُنْتَ تُصَلِّي الصَّلَاةَ هَذِهِ السَّاعَةَ -قَالَ :وَكَانَ يُسْفِرُ بِالصَّلَاةِ -، قَالَ " :إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْيَوْمِ، وَهَذَا الْمَكَانِ، يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ "(مسند احمد ،حديث نمبر ۳۸۹۳)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب (مزدلفہ میں) اولِ فجر طلوع ہوئی، تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے، اور فجر کی نماز پڑھی، میں نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ یہ (فجر کی) نماز اس وقت (یعنی اتنی جلدی) تو نہیں پڑھا کرتے ہیں، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھا کرتے تھے، تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس دن اور اس جگہ (مزدلفہ) میں اسی وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا (ترجمہ ختم)

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے فجر طلوع ہونے کے فوراً بعد مزدلفہ میں ہی نماز پڑھی تھی، اور باقی دنوں میں آپ ﷺ کا معمول دیر سے نماز پڑھنے کا تھا، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا مزدلفہ میں جلدی اور باقی دنوں میں اسفار میں فجر کی نماز پڑھنے کا یہ عمل آپ ﷺ کے اتباع میں ہی تھا۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز طلوعِ فجر کا یقین ہوجانے کے بعد ہی پڑھی تھی، پس اس سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ کا مزدلفہ کے علاوہ معمول فجر کی نماز کو طلوعِ فجر کے یقینی طور پر داخل ہونے کے بھی بعد پڑھنے کا تھا، اور وہ وقتِ معتاد اسفار ہی کا تھا، کیونکہ تھوڑی بہت تقدیم پر نہ تو تعجب کا اظہار کیا جاتا، اور نہ ہی اس کو وقت سے ہٹانے اور اپنے وقت سے مقدم کرنے سے تعبیر کیا جاتا۔

اور آگے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مزدلفہ کے علاوہ ہمیشہ فجر کی نماز دیر سے روشنی ہوجانے پر پڑھا کرتے تھے۔

(۳۵)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى

رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَجِيءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهُ(بخاری، حدیث نمبر ۵۸۳۵، کتاب الدعوات، باب الضجع علی الشق الأیمن)

ترجمہ: نبی ﷺ رات میں گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، پھر جب فجر طلوع ہوجاتی تو دو رکعتیں ہلکی پھلکی (فجر کی سنتیں) پڑھا کرتے تھے، پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے، یہاں تک کہ مؤذن آ کر آپ کو نماز کی اطلاع دیتا تھا (ترجمہ ختم)

(۳۶)......اور بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَسْتَبِينَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ (بخاری، حدیث نمبر ۵۹۰، کتاب الاذان، باب من انتظر الإقامۃ)

ترجمہ: جب مؤذن فجر کی نماز کی اذان دے کر خاموش ہوجاتا، تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے، اور ہلکی پھلکی (فجر کی) دو رکعتیں (سنت) فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے، فجر کے اچھی طرح ظاہر ہونے کے بعد، پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن نماز کھڑی ہونے کے لئے آپ کے پاس آتا (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں اس کی پوری صراحت موجود ہے کہ حضور ﷺ فجر کے واضح ہونے کے بعد فجر کی دو رکعات سنت پڑھا کرتے تھے، اور پھر اس کے بعد لیٹ جایا کرتے تھے، اور پھر جب مؤذن نماز کے قیام کی اطلاع دینے کے لئے آتا، تو آپ فجر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا معمول فجر کی نماز کو یقینی طور پر طلوعِ فجر ہوجانے کے فوراً بعد پڑھنے کا نہیں تھا، بلکہ تاخیر سے پڑھنے کا تھا، جو ظاہر ہے کہ اسفار کا ہی وقت بنتا ہے۔

اور اس حدیث میں فجر کے پوری طرح واضح ہونے کے باوجود فجر کی نماز نہ پڑھنے، اور اس کے بعد آرام کرنے اور پھر فجر کی نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جو حضرات اسفار کی احادیث میں یہ تاویل کرتے ہیں، کہ ان سے فجر کے وقت کا یقینی طور پر داخل ہونا مراد ہے، یہ تاویل درست نہیں۔

کیونکہ اگر یہ تاویل درست ہوتی، تو آپ ﷺ تبینِ فجر کے بعد سنتیں پڑھنے پر اکتفاء نہ کیا کرتے، اور اس کے بعد آرام نہ فرمایا کرتے، بلکہ فوراً فجر کی نماز پڑھا کرتے۔

(۳۷)......اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ(بخاری، حديث نمبر ۱۰۹۲، كتاب الجمعة، باب الحديث يعنى بعد ركعتى الفجر)

ترجمہ: نبی ﷺ فجر کی دو رکعت (سنتیں) پڑھا کرتے تھے، پھر اگر میں جاگ رہی ہوتی، تو مجھ سے بات چیت فرمایا کرتے تھے، ورنہ لیٹ جایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۳۸)......اور مسلم شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ (مسلم، حديث نمبر ۱۷۶۶، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى ﷺ الخ)

ترجمہ: نبی ﷺ جب فجر کی دو رکعت (سنتیں) پڑھ لیا کرتے تھے، تو اگر میں جاگ رہی ہوتی، تو مجھ سے بات چیت فرمایا کرتے تھے، ورنہ لیٹ جایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ فجر کا وقت داخل ہونے پر فوراً فجر کی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، بلکہ اس کے بعد آرام فرمایا کرتے تھے، اور پھر فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے، ساتھ ہی یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیدار ہوتیں، تو آپ آرام فرمانے کے بجائے ان سے بات چیت فرمایا کرتے تھے۔ جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد آپ ﷺ کا آرام فرمانا سنت کے طور پر نہیں تھا، بلکہ ضرورت کی وجہ سے تھا، کہ آپ ﷺ رات کو کثرت سے عبادت کرنے کے باعث تھک جایا کرتے تھے، دوسری احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

(۳۹)......حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ " :كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤَخِّرُ الْفَجْرَ كَاسْمِهَا "

(شرح معانى الآثار، حديث نمبر ۱۰۶۴ باب الوقت الذى يصلى فيه الفجر أى وقت هو ؟)

ترجمہ: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ نبی ﷺ فجر کی نماز کو اس کے نام کی طرح مؤخر فرمایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فجر کے معنیٰ جاری ہونے، اور روشنی پھیلنے کے آتے ہیں، لہٰذا اس کے نام کی طرح مؤخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کی روشنی پھیل جاتی، تو نماز پڑھا کرتے۔

(۴۰)......اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ بَيْنَ صَلَاتَيْكُمْ هَاتَيْنِ وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتْ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ قَالَ عَلَى إِثْرِهِ وَيُصَلِّي الصُّبْحَ إِلَى أَنْ يَنْفَسِحَ الْبَصَرُ (سنن نسائی، حدیث نمبر ۵۵۱، باب آخِرُ وَقْتِ الصُّبْحِ، واللفظ لهٗ،السنن الکبریٰ للنسائی ، حدیث نمبر ۱۵۳۲ ،باب الاسفار بالصبح)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز سورج کے زوال کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور عصر کی نماز تمہاری ان دونوں نمازوں (یعنی ظہر اور مغرب) کے درمیان پڑھا کرتے تھے، اور مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے، پھر اس کے بعد آرام فرمایا کرتے تھے، اور صبح کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے، جس وقت آنکھیں (دور کی چیز کو) دیکھنے کے قابل ہوجاتی تھیں (ترجمہ ختم)

اور ظاہر ہے کہ دور کی چیز روشنی میں ہی نظر آتی ہے۔

(۴۱)......حضرت ابی صدقہ یعنی توبۃ انصاری فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسًا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ " :كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ بَيْنَ صَلَاتَيْكُمْ هَاتَيْنِ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَالْعِشَاءَ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ، وَالصُّبْحَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ إِلَى أَنْ يَنْفَسِحَ الْبَصَرُ "(مسند احمد، حدیث نمبر ۱۲۳۱۱، واللفظ لهٗ، مسند ابی یعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۴۲۳۸)

ترجمہ: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے (اوقات کے) متعلق سوال کیا، تو حضرت انس نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز سورج کے زوال کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور عصر کی نماز تمہاری ان دونوں نمازوں (یعنی ظہر اور مغرب) کے درمیان پڑھا کرتے تھے، اور مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور صبح کی نماز طلوعِ فجر کے بعد اس وقت پڑھا کرتے تھے، جب آنکھیں (دور کی چیز کو) دیکھنے کے قابل ہوجاتی تھیں (ترجمہ ختم)

(۴۲)......حضرت انس اور حضرت قیس بن سائب انصاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْفَجْرَ حِينَ يَغْشَى النُّورُ السَّمَاءَ (الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم، حدیث نمبر ۷۲۸، واللفظ لہٗ، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۵۳۱۹، مسند عبد بن حمید حدیث نمبر ۱۲۳۶، معرفة الصحابة لابی نعیم، حدیث نمبر ۵۷۱۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے، جب روشنی آسمان کو ڈھانپ لیتی تھی (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے بھی حضور ﷺ کا روشنی ہونے پر فجر کی نماز پڑھنا معلوم ہوا۔

اور اگر چہ اس حدیث کی سند پر محدثین کا کلام ہے، لیکن دوسری احادیث اس مضمون کی تائید کرتی ہیں۔[1]

(۴۳)......حضرت ابو برزة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ (بخاری، حدیث نمبر ۵۴۱، کتاب مواقیت الصلاة، باب وقت الظهر عند الزوال)

ترجمہ: نبی ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے تھے، اور ہم میں سے ایک اپنے ساتھ بیٹھنے والے دوسرے شخص کو پہچان لیا کرتا تھا، اور حضور ﷺ نماز میں ساٹھ سے سو کے درمیان آیات

---

[1] مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۵، باب بیان الوقت. و ج ۱ ص ۳۱۹، اعلاء السنن ج ۲ ص ۳۲، باب الاوقات المستحبة وفضیلة الاسفار بالفجر)

وأماالإسفار فإنما يقال في الفجر والصبح، يقال :سفر، وأسفر؛ قال تعالى :(وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ) (المدثر 34 :)، ومعناه أضاء وأنار، ويقال :أسفر وجهه من السرور، إذا أنار، كما كان النبي -صلى الله عليه وسلم -إذ سر استنار وجهه كأنه فلقة قمر .ومنه قوله تعالى :(وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ *ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ) (عبس38 :، 39) فليس معنى قوله :(أسفروا بالفجر) إلا أنيروا به .لكن :هل المراد إنارة الأفق بطلوع الفجر فيه ابتداء، أم إنارة الأرض بظهور النور على وجهها؟ هذا محل نظر .وحمله على الأول أقرب؛ لأنه موافق فعل النبي -صلى الله عليه وسلم -وخلفائه الراشدين .وعلى هذا المعنى يحمل كلام أحمد، بل هو ظاهره أو صريحه، وهو حسن .ويدل عليه :ما روى مسلم الملائي، عن مجاهد، عن قيس بن السائب، قال :كان النبي -صلى الله عليه وسلم -يصلي الصبح إذا يغشى النور السماء -وذكر الحديث:(فتح الباری لابنِ رجب ج ۴ ص ۱۰۸)

مگر اسفار سے افق کے روشن ہونے (نہ کہ زمین کے روشن ہونے) کو مراد لینا احادیث و روایات کی رو سے ہرگز درست نہیں بنتا، کیونکہ اولاً تو زمین پر روشنی ہوجانے کی ''مواقع نبلہم'' وغیرہ الفاظ کے ساتھ احادیث میں وضاحت کی جاچکی ہے، دوسرے جب آسمان پر ظلمت ختم اور روشنی اس کی جگہ آجاتی ہے، تو اس سے زمین پر بھی لازماً روشنی آجاتی ہے، اور یہ وقت اسی اسفار کا ہے، جس کے ہم قائل ہیں، یعنی آسمان پر ظلمت کا ختم اور روشنی کا ہوجانا ہی ہمارے نزدیک اسفار کی حقیقت ہے۔

پس یہ دلیل بھی ہمارے موافق ہوئی، نہ کہ ہمارے خلاف۔

تلاوت فرمایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

پہلے قولی احادیث میں گزر چکا ہے کہ فجر کی نماز اتنی روشنی ہونے پر پڑھنا افضل ہے کہ تیر لگنے کی جگہ کا نشان نظر آنے لگے، اور حضور ﷺ کے اتنی تاخیر پر فجر کی نماز پڑھنے کی فعلی احادیث بھی گزر چکی ہیں کہ دور کی چیز نظر آنے لگے، اور بخاری شریف کی مندرجہ بالا حدیث سے بھی تاخیر سے نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ مسجد نبوی اس زمانے میں بہت چھوٹی تھی، اور صبح کے وقت چراغ وغیرہ نہیں جلا کرتے تھے، ورنہ چراغ کی روشنی میں تو آدھی رات میں بھی قریب والے کو پہچاننا ممکن ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ مکان کے اندرونی حصہ میں صبح کی روشنی اسفار کے وقت ہی داخل ہوتی ہے، اس سے پہلے نہیں۔

البتہ بعض اوقات لمبی قرأت کی وجہ سے نماز جلدی یعنی غلس میں شروع کردی جاتی تھی، جو لمبی قرأت کی وجہ سے روشنی کے وقت ہی مکمل ہوا کرتی تھی۔ اور اگر کسی وقت پہلے ہی مکمل کرلی جاتی ہو، تو اس میں بھی کوئی اعتراض والی بات نہیں، کیونکہ بلاشبہ یہ بھی جائز ہے، اور اس میں کوئی گناہ نہیں، بالخصوص جبکہ کسی ضرورت (مثلاً سفر یا رمضان) کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہو۔ البتہ حضور ﷺ نے روشنی میں نماز پڑھنے کو زیادہ اجر وثواب کا باعث قرار دیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ روشنی سے پہلے پڑھنے میں بھی اجر وثواب ہے، اگرچہ زیادہ نہ ہو۔ اس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

فجر کی نماز تاخیر سے پڑھنے پر صحابۂ کرام وتابعین کے آثار

اب تک کی گزشتہ قولی وفعلی احادیث سے فجر کی نماز کو اسفار میں پڑھنے کا افضل ہونا ثابت ہو چکا ہے، اور صحابۂ کرام وتابعین کے آثار سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، بلکہ بعض معتبر ومستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام کا فجر کی نماز اسفار میں پڑھنے پر بہت مضبوط اجماع واتفاق تھا۔

اور اگرچہ فجر کی نماز کے تاخیر سے پڑھنے کے افضل ہونے کے لئے مرفوع احادیث کافی تھیں، لیکن صحابۂ کرام وتابعین کا قول وفعل بھی بہت اہمیت رکھتا ہے، اس لئے قولی وفعلی احادیث کے بعد اب صحابۂ کرام وتابعین کے بعض آثار ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱)...... چنانچہ حضرت وکیع، سفیان ثوری سے، اور وہ حبیب بن ابی ثابت سے، اور وہ حضرت نافع بن جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَتَبَ عُمَرُ إِلَى أَبِي مُوسَى :أَنْ صَلِّ الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ، وَصَلِّ الْعَصْرَ

وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ حَيَّةٌ ، وَصَلِّ الْمَغْرِبَ إِذَا اخْتَلَطَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارِ ، وَصَلِّ الْعِشَاءَ أَيَّ اللَّيْلِ شِئْتَ ، وَصَلِّ الْفَجْرَ إِذَا نَوَّرَ النُّورُ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۳۲۵۰، کتاب الصلاة، باب فی جمیع مواقیت الصلاة)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ آپ ظہر کی نماز سورج کے زوال کے بعد پڑھیں، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھیں، جبکہ سورج روشن اور زندہ ہو (یعنی اس کی روشنی ماند نہ پڑ گئی ہو) اور مغرب اس وقت پڑھیں، جب دن اور رات مل جائیں (یعنی سورج غروب ہو جائے، مگر رات کا مکمل اندھیرا نہ ہو) اور عشاء رات میں جس وقت چاہیں پڑھیں، اور فجر اس وقت پڑھیں، جب روشنی پھیل جائے (ترجمہ ختم)

اس روایت میں ''نورالنور'' کے الفاظ سے واضح ہے کہ فجر کی نماز کو اسفار میں پڑھنے کا حکم دیا جارہا ہے، کیونکہ غلس میں پڑھنے کی صورت میں اس کے معنیٰ کسی طرح درست نہیں بنتے۔

(۲)......اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

کتب عمر بن الخطاب إلى (أبي موسى) ' : صل الفجر إذا نور النور (کتاب الصلاة،لأبی نعیم الفضل بن دکین ، حدیث نمبر ۲۱۷)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ آپ فجر کی نماز اس وقت پڑھئے، جب خوب روشنی ہو جائے (ترجمہ ختم)

(۳)......حضرت خرشة بن حر فرماتے ہیں کہ:

صَلَّى عُمر بِالنَّاسِ الْفَجْر فَغَلَّسَ وَنَوَّرَ ، وَصَلَّى بِهِمْ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ .(مصنف ابنِ ابی شیبة،حدیث نمبر ۳۲۷۹ کتاب الصلاة، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی، تو غلس میں پڑھائی، اور روشنی میں، اور لوگوں کو نماز پڑھائی، ان دونوں کے درمیان میں (ترجمہ ختم)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تینوں طرح سے مختلف اوقات میں نماز پڑھائی، لہٰذا اس سے غلس (اندھیرے) میں نماز کا جواز ثابت ہوا۔ جہاں تک فضیلت کا تعلق ہے، تو وہ اسفار میں (روشنی ہونے پر) پڑھنے کی صورت میں ہی ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قولی ارشاد اسی سے متعلق ہے، جو پہلے گزرا،

اورمزید تفصیل آگے آتی ہے۔

(۴)......حضرت سائب بن یزیدفرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ الصُّبْحَ ,فَقَرَأَ فِيهَا بِالْبَقَرَةِ ,فَلَمَّا انْصَرَفُوا اسْتَشْرَفُوا الشَّمْسَ فَقَالُوا "طَلَعَتْ "فَقَالَ :لَوْ طَلَعَتْ لَمْ تَجِدْنَا غَافِلِينَ "(شرح معانی الآثار، حديث نمبر ۱۰۷۸، باب الوقت الذى يصلى فيه الفجر أى وقت هو ؟)

ترجمہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرہ کی قرأت فرمائی، پس جب لوگ نماز پڑھ کرلوٹے،تو سورج طلوع ہونے والا تھا، لوگوں نے کہا کہ سورج تو طلوع ہوگیا،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا،اگرطلوع ہوجاتا تو ہمیں غافل نہ پاتا(ترجمہ ختم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ ہم سورج طلوع ہونے سے غافل نہیں ہیں، اور ہم نے سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز مکمل کر لی ہے۔

اس قسم کا واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی آتا ہے،چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَرَأَ فِي صَلاةِ الصُّبْحِ بِالْبَقَرَةِ ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ حِينَ فَرَغَ :كَرَبَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَطْلُعَ ، قَالَ :لَوْ طَلَعَتْ لَمْ تَجِدْنَا غَافِلِينَ(مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ۳۵۶۵، كتاب الصلاة، باب ما يقرأ فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں سورہ بقرہ کی قرأت کی ،تو نماز سے فارغ ہوکرحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ سورج طلوع ہونے کے قریب ہوگیا،تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر طلوع ہوجاتا،تو ہمیں غافل نہ پاتا(ترجمہ ختم)

اورامام عبدالرزاق نے بھی تھوڑے لفظوں کے فرق کے ساتھ اس روایت کونقل فرمایا ہے(ملاحظہ ہو:مصنف عبدالرزاق ، حديث نمبر ۲۷۱۱،كتاب الصلاة، باب القراء ة فى صلاة الصبح)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کے زمانہ میں بعض اوقات فجر کی نماز میں سورہ بقرہ جیسی لمبی سورتوں کی قرأت ہوا کرتی تھی،اورصحابۂ کرام عبادت کے شوق وذوق کی وجہ سے اس کا تحمل فرمایا کرتے تھے،اور

ظاہر ہے کہ جب اتنی لمبی سورت کی قرأت کی جائے گی، تو نماز کو اسفار میں شروع کر کے سورج طلوع ہونے سے پہلے ختم کرنا ممکن نہ ہوگا، جس کا لازمی تقاضا غلس میں شروع کرنا ہوگا۔

اور یہ ہم یہ پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ عام لوگوں کے حق میں مسنون قرأت کی صورت میں اسفار میں شروع کر کے اسفار ہی میں ختم کرنا افضل ہے، تمام قولی اور بے شمار فعلی احادیث کا تقاضا بھی یہی ہے۔

(۵)......حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ:

سمعت عليا يقول لمؤذنه أسفر أسفر يعني صلاة الصبح (مصنف عبدالرزاق، حديث نمبر ۲۱۶۵، كتاب الصلاة، باب وقت الصبح)

ترجمہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ اپنے مؤذن کو فرما رہے تھے کہ صبح کی نماز کو روشن کر کے پڑھو، روشن کر کے پڑھو (ترجمہ ختم)

(۶)......اور مصنف ابنِ ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ عَلِيًّا ، قَالَ : يَا ابْنَ النَّبَّاحِ ، أَسْفِرْ بِالْفَجْرِ . (مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ۳۲۶۳، كتاب الصلاة، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لا يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنے مؤذن سے) فرمایا کہ اے ابنِ نباح فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو (ترجمہ ختم)

(۷)......اور امام محمد شیبانی رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه **انه كان يقول يا ابن النباح اسفر بالفجر** (الحجة للامام محمد، باب اختلاف أهل الكوفة وأهل المدينة فى الصلوات و المواقيت)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اے ابنِ نباح فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو (ترجمہ ختم)

(۸)......اور شرح معانی الآثار کی روایت میں حضرت علی بن ربیعہ کے یہ الفاظ ہیں:

سَمِعْتُ عَلِيًّا، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : يَا قَنْبَرُ أَسْفِرْ أَسْفِرْ (شرح معانى الآثار، حديث نمبر ۱۰۷۴، باب الوقت الذى يصلى فيه الفجر أى وقت هو ؟)

ترجمہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا جو (اپنے مؤذن سے) یہ فرما رہے تھے کہ اے قنبر فجر کی نماز کو روشن کرو، روشن کرو (ترجمہ ختم)

(۹)......حضرت شجاع بن ولید، حضرت داؤد بن یزید سے اور وہ اپنے والد حضرت یزید بن عبدالرحمٰن

سے روایت کرتے ہیں:

"كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِنَا الْفَجْرَ ,وَنَحْنُ نَتَرَاءَى الشَّمْسَ ,مَخَافَةَ أَنْ تَكُونَ قَدْ طَلَعَتْ "(شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۰۷۳ باب الوقت الذی یصلی فیه الفجر أی وقت هو ؟)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہمیں فجر کی نماز پڑھایا کرتے تھے، اور ہم (نماز کے بعد) سورج کو دیکھا کرتے تھے، اس ڈر سے کہ کہیں طلوع تو نہیں ہوگیا (ترجمہ ختم)

اس قسم کے واقعات حضرت ابوبکر صدیق، وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے پہلے گزر چکے ہیں، اور اس حدیث کی سند میں اگر چہ کچھ ضعف ہے، مگر وہ اس سے پہلی احادیث کے پیشِ نظر قابلِ تحمل ہے۔ [۱]

اور یہ معمول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عام حالات کے اعتبار سے تھا، لیکن رمضان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جلدی نماز پڑھنا ثابت ہے، چنانچہ حضرت قرۃ بن حیان بن حارث فرماتے ہیں:

تَسَحَّرْنَا مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ,فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ السُّحُورِ ,أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ ,فَأَقَامَ الصَّلَاةَ "(شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۱۰۷۲، باب الوقت الذی یصلی فیه الفجر أی وقت هو ؟)

ترجمہ: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سحری کھائی، پھر سحری سے فارغ ہوکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو حکم دیا، اور نماز پڑھی (ترجمہ ختم)

اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بغیر عذر بھی غلس میں نماز پڑھنا جائز ہے، تو عذر میں کیونکر جائز نہ ہوگا، اور رمضان میں جلدی پڑھنے کا عذر واضح ہے، کیونکہ تاخیر کی صورت میں بہت سے لوگ جماعت سے رہ جاتے ہیں، اور جلدی پڑھنے میں لوگوں کی تکثیر اور لوگوں کے لئے تسہیل ہوتی ہے۔

حضور ﷺ سے بھی رمضان کے مہینہ میں فجر کی نماز جلدی پڑھنا ثابت ہے۔

(۱۰)......حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

"كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بن مَسْعُودٍ، "يُسْفِرُ بِصَلاةِ الْغَدَاةِ ."(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۹۱۷۸، مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر ۲۱۶۰، کتاب الصلاۃ، باب وقت الصبح)

---

[۱] وفیه داود بن یزید الاودی ضعفه ابن معین والنسائی وحدث عنه شعبة وسفیان وقال ابن عدی لم أر له حدیثا منکرا إذا روی عنه ثقة وإن کان لیس بالقوی فی الحدیث إذا روی عنه ثقة فانه یقبل حدیثه(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۷)

Idara Ghufran

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۱۱)......اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ .(مصنف ابن ابی شيبة،حديث نمبر ۳۲۶۴ كتاب الصلاة، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۱۲)......اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ کی ان الفاظ میں روایت نقل فرمائی ہے:

كُنَّا نُصَلِّي مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ يُسْفِرُ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ - (شرح معانی الآثار، حديث نمبر ۱۰۹۲ ، باب الوقت الذی يصلی فيه الفجر أی وقت هو ؟)

ترجمہ: ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور پیچھے صحیح احادیث کی روشنی میں گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مزدلفہ کے علاوہ کسی اور موقع پر فجر کی نماز جلدی نہیں پڑھا کرتے تھے، اور آپ نے اس کو حضور ﷺ کا عمل قرار دیا ہے۔

(۱۳)......حضرت زیاد بن مقطع سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَسْفَرَ بِالْفَجْرِ جِدًّا .(مصنف ابنِ ابی شيبة،حديث نمبر ۳۲۶۵،كتاب الصلاة، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: میں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ فجر کی نماز خوب روشنی ہونے پر پڑھی (ترجمہ ختم)

(۱۴)......حضرت جبیر بن نفیر فرماتے ہیں کہ:

صَلَّى بِنَا مُعَاوِيَةُ بِغَلَسٍ ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ :أَسْفِرُوا بِهَذِهِ الصَّلاَةِ ، فَإِنَّهُ أَفْقَهُ لَكُمْ .(مصنف ابنِ ابی شيبة،حديث نمبر ۳۲۶۶، كتاب الصلاة، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: ہمیں حضرت معاویہ نے غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھائی، تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نماز کو روشنی میں پڑھو، بے شک یہ تمہارے لئے زیادہ سمجھ پیدا کرنے والی چیز ہے (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

اس روایت سے غلس میں نماز پڑھنے کا جواز اور روشنی میں نماز پڑھنے کی افضلیت معلوم ہوئی۔

(۱۵)......حضرت رکین ضبی فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ تَمِيمَ بْنَ حَذْلَمَ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ، يَقُولُ :نَوِّرْ ، نَوِّرْ بِالصَّلاَةِ.(مصنف ابن ابی شیبۃ،حدیث نمبر ۳۲۸۲ کتاب الصلاۃ، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت تمیم بن حذلم سے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ فجر کی نماز کو روشن کرکے پڑھو، فجر کی نماز کو روشن کرکے پڑھو(ترجمہ ختم)

(۱۶)......حضرت اعمش سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ يُسْفِرُونَ بِالْفَجْرِ.(مصنف ابنِ ابی شیبۃ،حدیث نمبر ۳۲۷۰، کتاب الصلاۃ، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب فجر کی نماز روشنی میں پڑھا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

(۱۷)......حضرت بشر بن عروہ فرماتے ہیں کہ:

سَافَرْتُ مَعَ عَلْقَمَةَ ، فَكَانَ يُنَوِّرُ بِالصُّبْحِ.(مصنف ابنِ ابی شیبۃ،حدیث نمبر ۳۲۷۴،کتاب الصلاۃ، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: میں نے حضرت علقمہ کے ساتھ سفر کیا، تو وہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھتے تھے(ترجمہ ختم)

(۱۸)......حضرت ابوعقیل سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَبِيعُ بْنُ جُبَيْرٍ يَقُولُ لَهُ ، وَكَانَ مُؤَذِّنَهُ :يَا أَبَا عَقِيلٍ ، نَوِّرْ ، نَوِّرْ.(مصنف ابنِ ابی شیبۃ،حدیث نمبر۳۲۶۷،کتاب الصلاۃ، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: حضرت ربیع بن جبیر کے وہ (یعنی ابوعقیل) مؤذن تھے، اور ربیع بن جبیر ان کو فرمایا کرتے تھے کہ اے ابوعقیل صبح کی نماز کو روشن کرو، روشن کرو(ترجمہ ختم)

(۱۹)......حضرت عثمان بن ابی ہند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ يُسْفِرُ بِالْفَجْرِ.(مصنف ابنِ ابی شیبۃ،حدیث نمبر ۳۲۶۹ کتاب الصلاۃ، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فجر کی نماز روشنی ہونے پر پڑھا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

(۲۰)......حضرت وکیع سے، اور وہ حضرت حماد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

مَا أَجْمَعَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مَا أَجْمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ بِالْفَجْرِ .(مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۳۲۷۵ کتاب الصلاة، باب مَنْ کَانَ یُنَوِّرُ بِهَا وَیُسْفِرُ ، لاَ یَرَی بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: محمد ﷺ کے صحابۂ کرام کا اتنا اجماع کسی چیز پر نہیں ہوا، جتنا اجماع کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھنے پر ہوا (ترجمہ ختم)

یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے، جس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام وتابعینِ عظام بالاجماع فجر کی نماز اسفار اور روشنی میں پڑھا کرتے تھے۔ اور صحابۂ کرام کا حضور ﷺ کے خلاف اجماع ہونا ممکن نہیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام کے نزدیک اس اجماع کی سند موجود تھی۔ اسی قسم کی روایت حضرت محمد بن سیرین کے حوالہ سے بھی آگے آتی ہے۔

(۲۱)......حضرت عبید مکتب فرماتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ؛ أَنَّهُ كَانَ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ .(مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۳۲۷۱ کتاب الصلاة، باب مَنْ کَانَ یُنَوِّرُ بِهَا وَیُسْفِرُ ، لاَ یَرَی بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی فجر کی نماز روشنی ہونے پر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۲۲)......حضرت عبید مکتب ہی سے روایت ہے کہ

قال لی إبراهيم : نور نور (فضائل الصلاة للفضل بن دکین، حدیث نمبر ۲۸۳)

ترجمہ: مجھے حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کرو، روشن کرو (ترجمہ ختم)

(۲٦)......حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوا يُحِبُّونَ أَنْ يَنْصَرِفُوا مِنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ ، وَأَحَدُهُمْ يَرَى مَوْضِعَ نَبْلِهِ .(مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ص ۳۲۷۳ کتاب الصلاة، باب مَنْ کَانَ یُنَوِّرُ بِهَا وَیُسْفِرُ ، لاَ یَرَی بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: صحابہ وتابعین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ وہ فجر کی نماز پڑھ کر لوٹیں، اور ان میں سے کوئی اپنے تیر واقع ہونے کی جگہ کے نشان کو دیکھ سکے (ترجمہ ختم)

(۲۳)......حضرت نفاعہ بن مسلم فرماتے ہیں:

Idara Ghufran

كَانَ سُوَيْد بْنُ غَفَلَةَ يُسْفِرُ بِالْفَجْرِ .(مصنف ابنِ ابی شيبة،حديث نمبر ۳۲۷۶ كتاب الصلاة، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: (جلیل القدر تابعی) حضرت سوید بن غفلہ فجر کی نماز روشنی ہونے پر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۲۴)......حضرت وکیع ،حضرت سفیان ثوری سے،اور وہ حضرت وقاء سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ؛ أَنَّهُ كَانَ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ .(مصنف ابنِ ابی شيبة،حديث نمبر ۳۲۷۷، كتاب الصلاة، باب مَنْ كَانَ يُنَوِّرُ بِهَا وَيُسْفِرُ ، لاَ يَرَى بِهِ بَأْسًا)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فجر کی نماز روشنی ہونے پر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۲۵)......حضرت ابنِ جریج سے روایت ہے کہ:

قال طاوس وقتها حين تطلع الفجر و كان أحب إليه أن يسفر بها (مصنف عبد الرزاق حديث نمبر ۲۱۶۳، كتاب الصلاة، باب وقت الصبح)

ترجمہ: حضرت طاؤس نے فرمایا کہ فجر کی نماز کا وقت طلوعِ فجر پر شروع ہوجاتا ہے،لیکن زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ اسے روشن کر کے پڑھا جائے (ترجمہ ختم)

(۲۶)......اور حضرت طاوس کے بیٹے اپنے والد حضرت طاوس سے روایت کرتے ہیں کہ:

أنه كان يسفر بصلاة الغداة (مصنف عبد الرزاق حديث نمبر ۲۱۶۴، كتاب الصلاة، باب وقت الصبح)

ترجمہ: حضرت طاوس فجر کی نماز روشنی میں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۲۷)......حضرت ابونعیم فضل بن دکین فرماتے ہیں کہ:

رأيت سفيان يسفر بصلاة الغداة(فضائل الصلاة للفضل بن دكين، حديث نمبر ۲۸۳)

ترجمہ: میں نے حضرت سفیان ثوری کو دیکھا کہ وہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۲۸)......حضرت مغیث بن سمی فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ صَلاَةَ الْفَجْرِ فَصَلَّى بغَلَسٍ ، وَكَانَ يُسْفِرُ بهَا ، فَلَمَّا سَلَّمَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ :مَا هَذِهِ الصَّلاَةُ؟ وَهُوَ إِلَى جَانِبِى فَقَالَ :هَذِهِ صَلاَتُنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -وَأَبِى بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا قُتِلَ عُمَرُ أَسْفَرَ بِهَا عُثْمَانُ(السنن الكبرىٰ للبيهقى حديث نمبر

۲۲۳۲، کتاب الصلاۃ، باب تعجیل صلاۃ الصبح)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی، تو انہوں نے غلس میں نماز پڑھائی، حالانکہ وہ اسفار میں نماز پڑھایا کرتے تھے، جب انہوں نے سلام پھیرلیا، تو میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، جو کہ میرے ساتھ تھے، کہ یہ کیسی نماز ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہماری رسول اللہ ﷺ، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کی نماز ہے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں اسفار کیا (ترجمہ ختم)

اور حلیۃ الاولیاء کی روایت میں یہ صراحت بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھا کرتے تھے، اور انہوں نے جب ایک دن غلس میں نماز پڑھی، تو حضرت مغیث بن سمی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں سوال کیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کے دور میں اسفار میں نماز پڑھنے کا معمول بلانکیر جاری تھا، یہاں تک کہ غلس میں نماز پڑھنے پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔

اگر شبہ کیا جائے کہ اس سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں نماز غلس (اندھیرے) میں شروع ہو کر غلس (اندھیرے) میں ہی ختم ہو جاتی تھی، تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ پیچھے مرفوع اور قولی احادیث میں اسفار میں نماز پڑھنے سے متعلق گزر چکی ہیں، مرفوع احادیث میں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اسفار میں نماز کا ذکر گزر چکا ہے، اس لئے صحیح مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے زیادہ اسفار نہیں ہوا کرتا تھا، نیز بعض اوقات لمبی قرأت ہوتی تھی (جیسا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے واقعات میں سورۃ بقرۃ کی قرأت کا ذکر ملتا ہے) جس کی وجہ سے نماز کو جلدی شروع کیا جاتا تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دشمنوں سے حفاظت کی خاطر زیادہ اسفار میں نماز کا معمول ہو گیا، اور قرأت بھی زیادہ لمبی نہیں ہوتی تھی، کیونکہ نئے لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد پہلے کی طرح لمبی نمازوں کا شوق وذوق نہیں رہا تھا

بہرحال قولی وفعلی احادیث اور صحابہ وتابعین کے آثار سے فجر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کا افضل ہونا ثابت ہے، اور اس سلسلہ میں احناف کا موقف انتہائی مضبوط ومستحکم ہے، اور اس کو احادیث کے خلاف سمجھنا لاعلمی ونا انصافی ہے۔

چند شبہات کا ازالہ

مستند و مستحکم دلائل کی رو سے فجر کی نماز کے اسفار میں (یعنی روشنی ہو جانے پر) افضل ہونا ثابت کیا جا چکا ہے، اب اس سلسلہ میں بعض حضرات کی طرف سے پیش کیے جانے والے چند شبہات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

(۱)......بعض فعلی احادیث میں فجر کی نماز جلدی پڑھنے کا ذکر اور ان کی توجیہ

اس میں شبہ نہیں کہ بعض فعلی احادیث میں فجر کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

لیکن کیونکہ ان سے روشنی میں پڑھنے کے مقابلہ میں فضیلت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ جائز ہونا ثابت ہوتا ہے، اور جائز ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں، اور اسی جواز کو بیان کرنے کے لئے غلس میں بھی نماز پڑھی گئی ہے، یا پھر کسی ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے، مثلاً سفر وغیرہ کی ضرورت درپیش ہونے کی وجہ سے۔

بہر حال قولی احادیث اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام کے آثار سے تو اسفار (یعنی روشنی ہو جانے پر) ہی نماز پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اور ان کے مقابلہ میں کسی بھی قولی حدیث میں اول وقت اور غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھنے کی فضیلت نہیں بتلائی گئی۔ لیکن فعلی احادیث میں سے بعض میں اسفار (یعنی روشنی ہو جانے پر) اور بعض میں غلس (اندھیرے) میں پڑھنے کا ذکر ہے۔

اب اگر فعلی احادیث کو ایک دوسرے کے معارض ومخالف ہونے کی وجہ سے قابلِ استدلال نہ سمجھا جائے، اور ''اذا تعارضا تساقطا'' کے اصول پر عمل کیا جائے، تو قولی احادیث پر عمل متعین ہوگا، لعدم التعارض۔

یا پھر ان فعلی احادیث کو ترجیح حاصل ہوگی، جو ایسی قولی احادیث اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام کے آثار کے مطابق ہیں، جن میں ایک عام قاعدے وضابطے کے طور پر اسفار میں نماز کے افضل ہونے کو بیان کیا گیا ہے، اور رہی وہ فعلی احادیث جن میں غلس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے، تو ان کو بیانِ جواز پر محمول کیا جائے گا، نہ کہ افضل ہونے پر، کیونکہ افضل ہونے پر قولی احادیث اور صحابۂ کرام وتابعین کے آثار، بلکہ ان کا اجماع مانع ہیں، اور یا پھر یہ کہا جائے گا کہ غلس میں نماز پڑھنے کی احادیث کسی ضرورت پر محمول ہیں۔

خلاصہ یہ کہ روشنی میں نماز پڑھنے کی احادیث قولی درجے کی ہیں، جن میں ایک ضابطہ اور قاعدہ کے طور پر فضیلت کو بیان کر دیا گیا ہے، اور روشنی سے پہلے نماز پڑھنے کی احادیث صرف فعلی درجے کی ہیں، جو

دوسری فعلی احادیث اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام کے آثار کے معارض ہیں، اور اس قسم کے معاملات میں قولی احادیث کو فعلی احادیث پر ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے، کیونکہ فعل میں یہ احتمال ہے، کہ ضرورت کے موقع پر ایسا کیا گیا ہو، مثلاً نماز سے جلدی فراغت پا کر سفر وغیرہ درپیش ہو، یا مثلاً رمضان کا مہینہ ہو، یا کوئی اور ایسا موقع ہو، جس میں اول وقت میں ہی لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھنے میں سہولت ہو، اور تاخیر کرنے کی صورت میں لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو، یا جماعت میں تقلیل (کمی) ہوتی ہو۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ضرورت کے موقع کے احکام الگ ہوا کرتے ہیں، اور عام ضابطہ اور قاعدہ اپنی جگہ برقرار رہا کرتا ہے۔

(۲)......احادیث میں مذکور اسفار کے معنیٰ کی وضاحت

اگرچہ احادیث میں مذکور لفظِ اسفار اپنے مدعا ومقصود میں واضح ہے، لیکن اس کے برعکس بعض حضرات نے اسفار میں نماز پڑھنے کے حکم اور فضیلت کی احادیث میں یہ تاویل کی ہے کہ:

> مَعْنَى الْإِسْفَارِ أَنْ يَضِحَ الْفَجْرُ فَلَا يُشَكَّ فِيهِ وَلَمْ يَرَوْا أَنَّ مَعْنَى الْإِسْفَارِ تَأْخِيرُ الصَّلَاةِ.
>
> یعنی اسفار کے معنیٰ یہ ہیں کہ فجر واضح ہو جائے، اور اس (کے وقت) میں شبہ نہ رہے، اور یہ بات مروی نہیں کہ اسفار کے معنیٰ نماز کو مؤخر کرنے کے ہیں۔

مگر یہ تاویل درست نہیں، کیونکہ اولاً تو اسفار میں نماز پڑھنے میں زیادہ اجر وثواب اور فضیلت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے پڑھنے میں بھی اجر وثواب ہے، اگرچہ وہ کم ہے۔

اور مذکورہ تاویل کی روشنی میں یہ مطلب درست نہیں بنتا، کیونکہ اس تاویل کی رو سے مطلب یہ ہوگا کہ جب تک فجر کا وقت یقینی طور پر داخل نہیں ہوا، اس وقت بھی فجر کی نماز پڑھنے کی فضیلت وثواب ہے، حالانکہ اس وقت تو نماز کا ہونا ہی مشکوک ہے، فضیلت کا درجہ تو بعد میں آتا ہے ''وان کان اجر الصلاۃ یحصل بالنیۃ''

دوسرے بہت سی روایات میں اسفار کے حکم وفضیلت کے بیان کے ساتھ ہی اسفار کی تفسیر وتشریح بھی تیروں کے لگنے کی جگہ کے نشان نظر آنے کے الفاظ میں مذکور ہے، اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد زمین پر روشنی کا ہو جانا ہے، نہ کہ وقت کا یقینی طور پر داخل ہو جانا، جس سے نماز کا مؤخر ہونا واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے۔ تیسرے کئی روایات میں فجر کو جتنا بھی روشن کر کے پڑھا جائے، اسی اعتبار سے فضیلت زیادہ

ہونے کی صراحت ہے، جو کہ مذکورہ تاویل کی تردید کے لئے کافی ہے۔ چوتھے بہت سی روایات میں ''نوروا'' اور ''اصبحوا'' وغیرہ الفاظ کے ساتھ یہ ترغیب وفضیلت آئی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، ان کی رُو سے روشنی ہوجانے کے معنیٰ ہی درست بنتے ہیں، نہ کہ یقینی طور پر وقت داخل ہوجانے کی تاویل۔

(کذافی عمدۃ القاری ، کتاب الصلاۃ، باب فی کم تصلی المرأۃ من الثیاب ،الجوھر النقی للعلامۃ علاء الدین بن علی بن عثمان الماردینی الشھیر بابن الترکمانی ،تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۸۲، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ ،مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ،کتاب الصلاۃ، باب تعجیل الصلوات)

پانچویں حضرت جبریل علیہ السلام نے نمازوں کے اوقات کی تعلیم دینے کے لئے حضورﷺ کی دومرتبہ امامت فرمائی، جس کے بارے میں حضور نے پہلے دن کی نماز کو (جو کہ اول وقت میں پڑھی گئی) طلوعِ فجر کے بعد اور غلس سے، اور دوسرے دن کی نماز کو (جو آخروقت میں پڑھی گئی) اسفار سے تعبیر فرمایا ہے۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضورﷺ کی نظر میں اسفار دراصل طلوعِ فجر کے بعد اور غلس کے مقابلہ میں سورج طلوع ہونے سے پہلے روشنی کا وقت ہے۔

اس کے علاوہ حضورﷺ نے جو نماز کے وقت کا سوال کرنے والے شخص کو فجر کے وقت کی اپنے عمل سے دو دن تعلیم دی، اس میں بھی آپﷺ نے پہلے دن طلوعِ فجر کے بعد غلس میں نماز پڑھی، اور دوسرے دن اسفار میں نماز پڑھی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اسفار کا لفظ اتنی تاخیر کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، کہ روشنی ہوجائے، اور وہ سورج طلوع ہونے سے پہلے کا وقت ہے۔

چھٹے خود اسفار کے معنیٰ روشنی کے آتے ہیں، اور قرآن وحدیث میں جابجا یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ فجر کی ابتداء میں اس کی روشنی ہلکی اور دھندلی ہوتی ہے، لہٰذا اسفار کے معنیٰ کے اندر خود تاخیر اور روشنی ہوجانا داخل ہے۔

پس اس قسم کے دلائل سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ احادیث وروایات میں فجر کی نماز کے اسفار میں پڑھنے کا مطلب اتنی تاخیر سے پڑھنا ہے، کہ زمین پر اتنی روشنی ہوجائے کہ تیر واقع ہونے کے نشان بھی نظر آنے لگیں، اور وہ سورج طلوع ہونے سے پہلے کا وقت ہے۔

البتہ بعض اوقات نماز پڑھنے کے بعد کسی وجہ سے اس کو لوٹانے کی ضرورت پیش آسکتی ہے، نیز احتیاط کا لحاظ بھی ضروری ہے، اس لئے اتنے وقت پہلے شروع کرنا مناسب ہے، کہ مسنون قرأت کے ساتھ نماز سے فارغ ہوکر اتنا وقت باقی رہے کہ ضرورت پڑنے پر اس کا اعادہ کیا جاسکے۔ اور ہمارے فقہائے کرام

نے یہی تفصیل بیان فرمائی ہے، جو احادیث کی رُو سے بالکل درست ہے، اور صحیح ہے، اور اس کے خلاف اسفار وغیرہ کے معنیٰ میں جو دوسرے حضرات نے تاویلات کی ہیں، وہ درست نہیں ہیں۔

(۳)......اول وقت میں نماز کی فضیلت کی وضاحت

بعض حضرات یہ شبہ کیا کرتے ہیں کہ احادیث میں اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت بتلائی گئی ہے، جن کی رو سے اسفار کے بجائے اول وقت میں نماز کا افضل ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اسفار اول وقت میں داخل نہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو جو معتبر و مستند احادیث ہیں، ان میں اول وقت کا ذکر نہیں ہے، بلکہ نماز کے وقت کا ذکر ہے۔

جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا افضل و محبوب اور مقرب ترین عمل ہے۔

لہٰذا ان سے اول وقت پر پڑھنے کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ اپنے وقت پر پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔اور جن روایات میں ''اول وقتہا'' کے الفاظ ہیں، اولاً تو محدثین نے ان الفاظ کو غیر محفوظ یا روایت بالمعنیٰ قرار دیا ہے(فتح الباری لابنِ حجر، باب فضل الصلاۃ لوقتہا ،الجوہر النقی لابن الترکمانی ، ج ۱ ص ۴۳۴)

دوسرے ان الفاظ سے مراد نماز کو ادا پڑھنا ہے (قضا کے مقابلے میں) اور تیسرے اس سے مراد وہ وقت ہے، جو شریعت کی نظر میں افضل ہو، اور فجر کی نماز میں اسفار کا افضل ہونا احادیث سے ثابت کیا جا چکا۔ لہٰذا اسفار کا وقت ان احادیث کے مطابق ہے۔

بعض حضرات کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے، جس میں یہ اضافہ ہے، کہ آپ ﷺ نے وفات تک غلس میں نماز پڑھی ہے۔

مگر محدثین نے حدیث میں ان الفاظ کے اضافہ کو معلول اور ایک راوی کا تفرد قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو:ابوداوُد حدیث نمبر ۳۹۴، کتاب الصلاۃ، باب فی المواقیت ،صحیح ابنِ خزیمۃ، حدیث نمبر ۳۵۳،باب کراھۃ تسمیۃ صلاۃ العشاء عتمۃ،فتح الباری لابنِ رجب، تحت حدیث رقم ۵۲۲)

اور اس قسم کے جو بعض دوسرے دلائل اسفار کے خلاف پیش کئے جاتے ہیں، وہ معتبر نہیں، اور ان کے مفصل جوابات ہمارے فقہائے کرام نے ذکر فرما دیئے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۵/ ربیع الاول/ ۱۴۳۱ھ 20 /فروری/ 2010ء

ادارہ غفران، راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مولانا ابرار حسین ستی

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات و جوابات

۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۷ ستمبر ۲۰۰۱ء بعد از جمعۃ المبارک کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات۔

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

آپ ﷺ کے نام کے ساتھ پورا درود شریف نہ لکھنا

سوال:......کیا آپ ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ پورا درود شریف لکھنے کے بجائے، صرف ''ص'' یا ''صلعم'' لکھ دینا جائز ہے؟ اور اس سے درود شریف کا ثواب مل جائے گا؟

جواب:......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مثلاً محمد لکھ کر اس کے اوپر صاد ڈال دینا، اور صاد بھی آدھا ڈال دینا مثلاً یوں کر کے صاد '' ؐ '' ڈال دینا یا ''صلعم'' لکھ دینا صلعم یعنی صاد سے صلی اللہ ہو گیا اور علیہ وسلم عین سے ہو گیا اور میم سے وسلم ہو گیا، شارٹ کٹ ہو گیا، تو اس طرح سے یہ جائز نہیں ہے، اور صرف اس کے لکھنے سے درود شریف کا ثواب حاصل نہیں ہوتا، جب تک کہ زبان سے درود شریف نہ پڑھا جائے، یا پورا نہ لکھا جائے، اور اس طرح صرف صاد '' ؐ '' یا صلعم لکھ دینا درود شریف سے سُستی اور لاپرواہی کی علامت ہے، جتنے محدثین گزرے ہیں، انہوں نے اپنی حدیثوں کی کتابوں میں جہاں جہاں بھی نام آیا صلی اللہ علیہ وسلم لکھا، جیسے:

''قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ...... ''قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ''

اگر ان مقامات سے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' نکالدیں تو بعض کتابیں تو تہائی رہ جائیں اور بعض آدھی رہ جائیں۔ اور کتنا وقت انہیں لکھتے وقت لگا ہوگا، اور پڑھنے والوں کا کتنا وقت لگتا ہے اور قیامت تک لگتا

رہے گا، اور اس کے چھپنے پر وقت اور پیسہ بھی خرچ ہوتا رہا، لیکن انہوں نے اس کو کچھ سمجھا تھا تب ہی تو انہوں نے شامل کیا ہے۔

اس لئے لکھنے والوں کو صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھنا چاہئے، اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جہاں محمد سے صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہو اور جہاں محمد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہ ہوں جیسے اپنے نام کے ساتھ محمد لگاتے ہیں، تو وہاں صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ نعوذ باللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑا ہی ہیں، یہ محمد تو اپنے نام کے ساتھ صرف نسبت کیلئے لکھ رہے ہیں، اور اگر کسی کا نام صرف محمد ہو، تب بھی اس کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا منع ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھئے کہ صرف محمد یا صرف احمد نام رکھنا جائز ہے، گناہ نہیں ہے، اور بڑے بڑے اولیاء اللہ کے نام، محمد اور احمد ہوئے ہیں، اس لئے اپنے نام کے ساتھ جب محمد لکھ رہا ہے، وہاں صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھنا ادھورا لکھنا دونوں ہی غلط ہے، اور جہاں صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں وہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے صاد لکھ دینا یا صلعم لکھ دینا یا کچھ بھی مختصر لکھ دینا یہ غلط ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ زبان سے پڑھے لکھے ہی نہیں، کاتبوں کی تو عام عادت ہے، کہ جہاں محمد آئے گا وہاں اس طرح اختصار کے ساتھ صاد ''ؐ'' یا ''صلعم'' لکھ دیتے ہیں، باتیں بھی چل رہی ہیں، چائے بھی چل رہی ہے، بلکہ نعوذ باللہ تعالیٰ گانے بھی چل رہے ہیں اور کتابت بھی چل رہی ہے، جس طرح آج کل اشٹام فروشوں کی عام عادت ہے کہ ہر ایک کو تین طلاقوں کا مضمون تھما دیتے ہیں۔

اسی طرح نبی ﷺ کے نام پر علیہ السلام کے بجائے صرف عین ڈال دینا بھی صحیح نہیں، پورا لکھنا چاہئے۔

(اس مسئلہ کی تفصیل حضرت مفتی محمد رضوان صاحب کی تالیف ''درود وسلام کے فضائل واحکام'' میں ملاحظہ ہو)

اور آج کل جو صحابی کے نام کے ساتھ آدھا رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے، یہ بھی صحیح نہیں، اگرچہ یہ اتنا برا نہیں جتنا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختصر لکھنا بُرا ہے، کیونکہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا یا لکھنا تو ضروری ہے، لیکن رضی اللہ عنہ کہنا ضروری نہیں اگرچہ ثواب اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کی علامت ہے۔

اور اسی طرح کسی بزرگ کا نام لکھ کر اس کے ساتھ رحمہ اللہ کے بجائے رح لکھ دینا بھی پورا جملہ نہیں کہلاتا، اور اس سے پورے جملے کا مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت لوط علیہ السلام (قسط ۷)

قومِ لوط کا انکار اور ان کی سرکشی

اہلِ سدوم نے اس نصیحت کو سنا تو غصہ سے تلملا اٹھی، اور کہنے لگی، لوط بس یہ نصیحتیں اپنے پاس رکھو، ہمیں سمجھانے کی ضرورت نہیں، اگر ہمارے ان اعمال سے تیرا خدا ناراض ہے، تو وہ عذاب لا کر دکھا دے، جس کا ذکر کر کے بار بار ہم کو ڈرا رہا ہے۔

اگر تو واقعی اپنے قول میں سچا ہے تو ہمارا تیرا فیصلہ ہو جانا ہی اب ضروری ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوُمِهِ إِلَّا أَنُ قَالُوا ائُتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنُ كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ(سورة العنكبوت آيت ۲۹)

ترجمہ: پس اس (لوط) کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے تو ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آ، اگر تو سچا ہے (ترجمہ ختم)

عذاب کے فرشتوں کی آمد

اِدھر حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کو حق کی دعوت دے رہے تھے، اور ان کو سیدھے راستے کی طرف بلا رہے تھے، اور ان کی قوم ان کا انکار کر رہی تھی۔

اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنگل سے گزر رہے تھے، تو انہیں تین اجنبی انسان نظر آئے، چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہایت مہمان نواز تھے، اور ان کا دستر خوان ہمیشہ مہمانوں کے لئے وسیع رہتا تھا، اس لئے ان تین اجنبیوں کو (جو کہ دراصل فرشتے تھے، انسانی شکل میں نمودار ہوئے تھے) دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور ان کو اپنے گھر لے آئے۔

اور ان کی مہمان داری کے لئے ایک بچھڑا ذبح کر کے بھون کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

لیکن چونکہ وہ فرشتے تھے، اس لئے انہوں نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا، تب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان

کے کھانے سے انکار کی وجہ سے دل میں خوف زدہ ہو گئے، کیونکہ ان کے فرشتہ ہونے کا حال ابھی تک آپ پر نہیں کھلا تھا، اور اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جو دشمنی کے ارادہ سے آتا تھا تو وہ اپنے دشمن کے گھر کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔

جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوف دیکھا تو کہنے لگے ڈرو نہیں ہم آدمی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں، اس کے بعد فرشتوں نے ان کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔

اور خوشخبری کے بعد ان سے کہا کہ ہم قومِ لوط کی تباہی کے لئے بھیجے گئے ہیں، اس لئے سدوم جارہے ہیں۔

اللہ کے خلیل کا فرشتگانِ عذاب سے ان کے مشن کے متعلق مکالمہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ڈر ختم ہوا، اور ان کو یہ اطمینان ہو گیا کہ یہ دشمن نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، تو اب ان میں ہمدری کا جذبہ اور محبت وشفقت غالب آ گئی، انہوں نے قومِ لوط کی طرف سے فرشتوں سے جھگڑنا شروع کر دیا، اور فرمانے لگے کہ تم اس قوم کو کیسے برباد کرنے جارہے ہو جس میں لوط جیسا برگزیدہ نبی موجود ہے، اور وہ میرے بھتیجے بھی ہیں، اور دینِ حنیف کے تابعدار بھی ہیں۔

فرشتوں نے کہا کہ ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ طے ہو چکا ہے، کہ قومِ لوط اپنی سرکشی، بدعملی، بے حیائی اور فواحش پر اصرار کی وجہ سے ضرور ہلاک کی جائے گی، اور لوط اور اس کا خاندان (جو اہلِ ایمان ہے) اس عذاب سے محفوظ رہے گا، البتہ لوط کی (کافر) بیوی قوم کی حمایت اور ان کی بداعمالیوں میں شرکت کی وجہ سے قومِ لوط کے ساتھ عذاب میں مبتلا ہوگی۔

قرآن مجید کی سورۃ ہود میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ يٰاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ. وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ (سورة هود آيت ۷۴ تا ۷۶)

ترجمہ: اور جب ابراہیم (علیہ السلام) کا خوف زائل ہو گیا (جب فرشتوں نے لاتخف کہا اور ان کا فرشتہ ہونا معلوم ہو گیا) اور ان کو خوشی کی خبر ملی (کہ اولاد پیدا ہوگی) تو (اِدھر سے بےفکر ہو کر دوسری طرف متوجہ ہوئے کہ قومِ لوط ہلاک کی جائے گی، اور) ہم سے لوط (علیہ السلام)

Idara Ghufran

کی قوم کے بارے میں (سفارش میں جو باعتبار مبالغہ واصرار کے صورتاً) جدال (تھا) کرنا شروع کیا (جس کی تفصیل اگلی آیات میں ہے کہ وہاں تو لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں) واقعی ابراہیم بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج رقیق القلب تھے (اس لئے سفارش میں مبالغہ کیا، ارشاد ہوا کہ) اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو (یہ ایمان نہیں لائیں گے، اسی لئے) تمہارے رب کا حکم (اس کے متعلق) آچکا ہے اور (اس کے سبب سے) ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے، جو کسی طرح ٹلنے والا نہیں (اس لئے اس بارے میں کچھ کہنا سننا بے کار ہے) (ترجمہ ختم)

اور قرآن مجید کی سورۂ عنکبوت میں اس کی صراحت بھی آئی ہے، کہ وہاں حضرت لوط بھی موجود ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ. اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا. قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا. لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ. كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ(سورۃ عنکبوت آیت ۳۱تا ۳۲)

ترجمہ: اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے جب ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس (ان کے فرزند اسحاق کے تولد کی) بشارت لے کر آئے تو (اثنائے گفتگو میں) ان فرشتوں نے (ابراہیم علیہ السلام سے) کہا کہ ہم اس بستی والوں کو (جس میں قومِ لوط آباد ہے) ہلاک کرنے والے ہیں (کیونکہ) وہاں کے باشندے بڑے شریر ہیں، ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ وہاں تو لوط (علیہ السلام بھی موجود) ہیں (وہاں عذاب نہ بھیجا جائے کہ ان کو نقصان پہنچے گا) فرشتوں نے کہا کہ جو جو وہاں (رہتے) ہیں، ہم کو سب معلوم ہیں، ہم ان کو اور ان کے خاص متعلقین کو (یعنی ان کے خاندان والوں کو جو مؤمن ہوں، اس عذاب سے) بچالیں گے (اس طرح سے کہ نزولِ عذاب سے قبل ان کو بستی سے باہر نکال لے جائیں گے) سوائے ان کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہ جانے والوں میں سے ہوگی (ترجمہ ختم)

چنانچہ اس کے بعد وہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف روانہ ہوئے۔

(جاری ہے..........)

Idara Ghufran

طب و صحت

حکیم محمد فیضان

گاجر ایک مفید سبزی

گاجر ایک مشہور سبزی ہے جس سے ہم سب بخوبی واقف ہیں۔گاجر کو بطور سالن کے پکا کر کھاتے ہیں اور بطور سلاد بھی استعمال کی جاتی ہیں۔گاجر کا جوس،سوپ،مربہ،اچار،اور حلوہ بنا کر شوق سے کھایا جاتا ہے۔گاجر کا اچار بھی آسانی سے ڈالا جا سکتا ہے جو بڑا لذیذ ہوتا ہے،اور اس سے معدہ کو تقویت ملتی ہے۔ گاجر کا حلوہ جسمانی کمزوری دور کرنے میں بے مثل ہے۔گاجر کئی رنگ میں پائی جاتی ہے سیاہ،سفید اور سرخ۔گاجر میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خواص رکھے ہیں۔گاجر اپنے اندر موجود وٹامنز اور دیگر اجزاء کی وجہ سے ہمارے جسم میں وقت کے ساتھ پیدا ہونے والی شکست وریخت کو کم کرتی ہے اور جسم میں نئے خلیات بننے میں مدد دیتی ہے اس میں وٹامن A وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ اس میں پائے جانے والے دیگر اجزاء میں ریشہ (فائبر) سوڈیم،سلفر،تھایامین،فولک ایسڈ،میگنیشیم،بیٹا کیروٹین،کلورین، پوٹاشیم،کیلشیم،فاسفورس،وٹامن C،وٹامن B6 اور آئرن شامل ہوتے ہیں۔

ذائقہ:......گاجر کا ذائقہ خوش مزہ شیریں ہوتا ہے،بعض نمکین بھی ہوتی ہیں۔

نام:...... گاجر کو عربی زبان میں جزر۔فارسی میں گذر،زردک۔سنسکرت میں گرنجن۔سندھی میں گجر۔ اور انگریزی زبان میں کیرٹ (CARROT) کہتے ہیں۔

مزاج:......اطباء کے نزدیک گاجر کا مزاج گرم تر ہے اور اس کے بیج گرم خشک ۲۔

گاجر کے خواص:......مفرح قلب،مسمن بدن،محرک ومقوی اعصاب،مدر بول۔

گاجر کے فوائد:......گاجر جسم میں حرارت پیدا کرتی ہے لہٰذا اس کا استعمال سردی کے اثرات سے محفوظ رکھتا ہے اور معدہ کو نرم کرتی اور طاقت دیتی ہے۔جگر کے سدے کھولتی ہے،خون بناتی ہے،طبیعت میں لطافت پیدا کرتی ہے اور قوت باہ کو بڑھاتی ہے،سینہ،معدہ اور جگر کے درد کو مفید ہے۔بلغم چھانٹتی ہے کھانسی کو دور کرتی ہے۔استسقا،مروڑ اور نمونیہ کے مرض میں فائدہ دیتی ہے۔گاجر کو پیشاب آور خواص کی حامل ہونے کی وجہ سے پیشاب کی جلن،گردہ اور مثانے کی پتھری کی شکایت میں بھی استعمال کیا جاتا ہے،لہٰذا ان امراض میں مناسب دواؤں کے ساتھ گاجر کا استعمال مفید ہوتا ہے۔یہ بواسیر کو بھی دور کرتی ہے۔

گاجر کا استعمال دماغی کمزوری اور سر کی خشکی میں مفید ہے۔ چکرآتے ہوں یا چہرہ زردی مائل ہو تو گاجریں کھانی چاہئیں۔ گاجر کا حلوہ مقوی باہ ہے اور گاجر کے بیج زیادہ قوی تر مقوی باہ ہیں۔

یورپ کی ایک تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ گاجر میں موجود ایک مرکب فال کیرینول (Falcarinol) میں کیڑے مار صلاحیت موجود ہوتی ہے۔اس قدرتی کرم کش سے تجربہ گاہ کے چوہوں میں سرطان کے خطرے میں ایک تہائی کمی دیکھی گئی ہے۔اب یہ کھوج لگائی جارہی ہے کہ سرطان (کینسر) کو روکنے کے لئے فال کیرینول کی کتنی مقدار ضروری ہوتی ہے۔تحقیق کاروں کا اندازہ ہے کہ گاجر غالباً جسم کے اس نظام کو چوکس اور تیز کرتی ہے کہ جو سرطان کا مقابلہ کرتا ہے۔سرکہ میں بھگوئی ہوئی گاجر تلی کے ورم کو دور کرتی ہے اور مقوی معدہ وجگر ہے، گاجروں کو صاف کر کے کاٹ کر لمبی لمبی قاشیں بنا کر ایک ماہ سرکہ میں ڈالنے کے بعد استعمال کرنے سے تلی کا ورم تحلیل ہوجاتا ہے۔امراض جگر میں گاجر شفا بخش اثرات رکھتی ہے، اسی لئے یرقان کے مریضوں کو اس کا جوس کثرت سے پینا چاہئے، اس سے جگر کے افعال بہتر ہوجاتے ہیں۔ گاجر کے دوانس جوس میں تقریباً25 کیلوریز توانائی پائی جاتی ہے۔گاجر کے جوس کو جادو اثر جوس بھی کہتے ہیں۔کیونکہ یہ بہت سی بیماریوں میں مفید ہوتا ہے ۔گاجر میں وٹامن A کی وافر مقدار پائی جاتی ہے اس لئے یہ نظر کی کمزوری کو دور کرتی ہے۔ یہ وٹامن C کی وجہ سے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے بہت مفید ہے۔

مسوڑھوں کے لئے:...... اگر کچی گاجروں کا رس روزانہ ایک چھٹانک پی لیا جائے تو مسوڑھوں اور دانتوں کی بیماریاں دور ہونگیں خون صاف رہے گا، پھوڑے پھنسی اور خارش نہ ہوگی، دل و دماغ کو طاقت ملے گی اور بچوں کو گاجر اور سیب کا جوس ملا کر پلانے سے ان کی اعصابی اور حافظے کی کمزوری دور ہوجاتی ہے

کمزوری دماغ کے لئے:......سات عدد مغز بادام کھا کر گاجروں کا جوس 100 گرام، آدھا کلو گائے کے دودھ میں ملا کر پئیں انشا اللہ فائدہ ہوگا۔

آدھے سر کے درد کے لئے:......گاجروں کے پتے گرم کر کے ان کا رس نکالیں اور چند قطرے ناک اور کان میں ڈالیں اس سے چھینکیں آ کر درد کو آرام ملتا ہے سینہ کے درد کے لئے گاجروں کو آگ پر پکائیں اوران کا پانی نچوڑ کر شہد ملا کر پلائیں تو یہ سینہ کے درد کو آرام دیتا ہے۔

پتھری کے لئے:......تخم گاجر، تخم شلغم ہموزن لیں اور مولی کو اندر سے کھوکھلا کر کے اس میں بھر دیں پھر

مولی کا منہ بند کر کے بھوبل میں پکائیں جب گل کر بھرتہ ہوجائے تو بیجوں کو نکال کر سایہ میں سکھا کر سفوف بنا کر استعمال کریں۔

مستورات کے ایام کی بے قاعدگی کیلئے:......تخم گاجر ایک تولہ کوٹ کر پانی میں جوش دے کر صاف کر کے شکر سرخ 3 تولہ ملا کر ایام حیض میں روزانہ استعمال کراتے رہنے سے تمام تکالیف رفع ہوجاتی ہیں۔

قوت باہ کے لئے:......عمدہ گاجریں لے کر اوپر سے چھیل لیں اور اندر سے گٹھلی نکال دیں پھر کدوکش کرلیں۔ یہ کدوکش کی ہوئی گاجریں ایک کلو لے کر گائے کے ایک کلو دودھ میں پکائیں۔ جب اچھی طرح گل جائیں اور دودھ خشک ہوجائے۔ اتار کر رکھ دیں۔ کڑاہی میں گھی ڈیڑھ پاؤ ڈال کر آگ پر گرم کریں اور گاجروں کا مادہ اس میں بریاں کریں یہاں تک کہ اچھی طرح سرخ ہوجائیں۔ اس میں آدھا کلو مصری ڈال کر اچھی طرح حل کریں اور مغز بادام شیریں 60 گرام۔ مغز اخروٹ 25 گرام۔ مغز چلغوزہ 25 گرام۔ مغز پستہ 25 گرام۔ مغز چرونجی 25 گرام، شامل کریں حلوہ تیار ہے۔ یہ حلوہ منی کو زیادہ کرتا ہے، قوت باہ کو بڑھاتا ہے۔ خوراک 50 گرام سے 75 گرام تک چاندی کے ورق میں لپیٹ کر صبح نہار منہ کھائیں۔

کمزور بچوں کے لئے:......جو بچے دن بدن کمزور ہورہے ہوں اور ان کی کمزوری کا سبب معلوم نہ ہوسکے ان کو گاجر کا رس چار ماشہ سے ایک تولہ تک برابر گرم پانی ملا کر دن میں دو تین مرتبہ پلائیں۔ اور ان کی والدہ کو بھی گاجریں کھانے یا گاجروں کا جوس پینے کی ہدایت کریں۔ اس عمل سے کچھ ہی دنوں میں لازماً ماں اور بچہ دونوں کی صحت میں نمایاں طور پر ترقی ہوگی۔ گاجر کا رس جن بچوں کو بغیر کسی شکایت کے بھی پلایا جائے ان کی صحت دوسرے بچوں سے بہتر رہتی ہے۔

امراض قلب کے لئے:......چند گاجریں بھون کر ان کے اوپر کا چھلکا اور اندر کی گٹھلی نکال کر رات کو چینی کی پلیٹ میں رکھ کر شبنم میں رکھ دیں۔ صبح اس میں قدرے گلاب اور مصری ملا کر کھائیں تو انشاءاللہ بہت فائدہ ہوگا۔

پیٹ کے کیڑے:......آدھا سیر گاجروں کا جوس روزانہ پینے سے پیٹ کے کیڑے خارج ہوجاتے ہیں۔ یہی فائدہ صبح خالی پیٹ گاجریں کھانے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

گاجر کا سوپ:......گاجر کا سوپ بنانے کے لئے مندرجہ ذیل اشیاء لیں۔

مکھن تین کھانے کے چمچہ۔ پیاز ایک عدد۔لہسن کا پیسٹ ایک چائے کا چمچہ۔لیموں کا رس دو چائے کے چمچہ۔ٹماٹر کا پیسٹ دو چائے کے چمچہ۔ پسا ہوا زیرہ ایک چائے کا چمچہ۔آلو کے ٹکڑے ایک چوتھائی کپ۔نمک اور کالی مرچ حسب ذائقہ۔ پسا ہوا خشک دھنیا آدھا چائے کا چمچہ۔دودھ ایک کپ۔سبز دھنیا سجاوٹ کے لئے۔

ترکیب:...... دیگچی میں مکھن ڈال کر اسے ہلکی آنچ پر گرم کریں اس کے بعد اس میں پیاز اور لہسن تلیں اور گاجر کے ٹکڑے ڈال کر انہیں اس طرح پکائیں کہ وہ براؤن نہ ہوں۔دس سے پندرہ منٹ کے بعد اس میں پانی، نمک، کالی مرچ ،زیرہ خشک۔دھنیا، آلو، ٹماٹر کا پیسٹ اور لیموں کا رس ڈال کر اس آمیزے کو تیس منٹ تک تیز آنچ پر پکائیں۔اس کے بعد بلینڈ کریں اور دودھ ڈال کر پھر ابالیں۔اور سبز دھنیا چھڑک کر مہمانوں کو پیش کریں۔واللہ اعلم بالصواب

علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۷ اضافہ شدہ تیسرا ایڈیشن

اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم

مروّجہ مجالسِ ذکر و درود شریف منعقد کرنے اور ان میں شریک ہونے کا شرعی حکم، قولی و فعلی ذکر، احادیث وروایات اور کتبِ فقہ میں وارِدشُدہ مجالسِ ذکر کی حقیقت ،بلند آواز سے ذکر کرنے، ضرب لگانے اور وجد میں آنے کی شرعی حیثیت ،صحابۂ کرام، محقق علمائے دین اور اکابرِ امت کی تصریحات ،فقہائے کرام اور صوفیائے کرام کے مؤقف میں ظاہری ٹکراؤ اور کئی شبہات کا حل، عربی عبارات اور حوالہ جات کی روشنی میں مسئلہ ھذا پر مفصّل و مدلّل بحث، دیگر اہلِ علم حضرات کی آراء و تبصرے۔

مؤلف: مفتی محمد رضوان

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب و روز

□...... جمعہ ۱۳/ ۲۰/ ۲۷/صفر و۴/ ربیع الاوّل کو متعلقہ مساجد میں وعظ و مسائل کی نشستوں کا انعقاد ہوا۔

□...... ۸/ ۱۵/ ۲۲/ ۲۹/صفر و۶/ ربیع الاوّل بروز اتوار بعد عصر کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس ملفوظات حسب معمول منعقد ہوتی رہی۔

□...... ۱۲/ ۱۹/ ۲۶/صفر و۳/ ربیع الاوّل بروز جمعرات بعد ظہر طلبہ کرام کی ہفتہ وار بزمِ ادب حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی۔

□...... ۷/صفر بروز ہفتہ شعبہ کتب کے سہ ماہی امتحانات کا آغاز ہوا جو جمعرات ۱۲/صفر کو مکمل ہوئے۔

□...... اتوار ۸/صفر کو شعبہ ناظرہ و قاعدہ بنین و بنات کی آٹھ جماعتوں کے امتحانات ہوئے، سوموار ۹/صفر تعلیمِ بالغات کی جماعتِ خواتین کا امتحان ہوا۔

□...... جمعرات ۱۲صفر کو شعبہ حفظ اور تجوید کا امتحان ہوا۔

□...... ۸/صفر مولانا شفیق الرحمٰن صاحب (جامعہ صدیقیہ واہ کینٹ) بندہ امجد کے ہاں تشریف لائے۔

□...... ۱۶صفر بروز پیر تا ۲۴صفر بروز منگل مختلف ایّام میں ادارہ کے ارکانِ شوریٰ و مدرسینِ کتب کے پنج سالہ نصاب ادارہ میں عصری مضامین کو مزید منظّم و مربوط کرنے کیلئے نصاب کی تجدید و ترمیم کے سلسلے میں متعدّد اجلاس ہوئے، جس کے نتیجہ میں ایک نسبتاً متوازن و مربوط نصاب مع پورے نظامِ کار و نظمِ تعلیم کے حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی منظوری کے بعد طے ہوا، جس کی تفصیلات محفوظ ہیں۔

□...... بندہ امجد کے قبلہ والدِ محترم لطیف الامّۃ مولانا عبد الطیف (فاضلِ دار العلوم دیو بند و مدرس جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی) ماہِ صفر کے شروع سے شدید علیل و صاحبِ فراش چلے آرہے ہیں، اس دوران آپ کی عیادت کیلئے حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم اور دیگر اراکینِ ادارہ تشریف لائے، نیز جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی کے شیوخ، اربابِ اہتمام، مدرسینِ عظام و طلبائے کرام، صدر کشمیر روڈ و بابو بازار کی تاجر برادری کے کئی احباب تشریف لائے، کئی احباب و اعزہ نے بذریعہ فون خیریت معلوم کی، اللہ تعالیٰ حضرت کو شفاء عطاء فرمائے۔ عیادت کرنے والے سب حضرات کو اجرِ جزیل سے نوازے۔

قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

اخبارِ عالم ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

24 جنوری: پاکستان: مڈٹرم الیکشن ملکی مفاد کے منافی ہیں، گیلانی نواز ملاقات میں اتفاق ❁ پاکستان: پاکستان نے افغانستان میں مصالحت کے لئے طالبان سے رابطے شروع کردیے **25 جنوری:** پاکستان: اداروں میں تصادم ہوگا، نہ فوج آئے گی، وزیراعظم گیلانی ❁ پاکستان: شمالی وزیرستان قبائلیوں نے جاسوس طیارہ مار گرایا امریکا کے لئے جاسوسی پر 6 افراد قتل ❁ پاکستان: معروف صحافی ودانشور ارشاد احمد حقانی انتقال کرگئے **26 جنوری:** پاکستان: لڑائی بہت ہوچکی، سیاسی حل ہونا چاہئیے، اتحادیوں نے طالبان سے مذاکرات کی حمایت کردی ❁ پاکستان: اسٹیل ملز کیس میں مداخلت، وزیرداخلہ کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی ہوگی، سپریم کورٹ **27 جنوری**: پاکستان: استنبول کانفرنس اختتام پذیر، طالبان سے مفاہمتی عمل شروع کرنے پر زور ❁ پاکستان: دبئی احباب کانفرنس ترکی، کی پاکستان کو بجلی بحران سے نمٹنے کے لئے مدد کی یقین دہانی ❁ پاکستان: ملازمتوں سے برطرفی کا خصوصی اختیار ختم، لیبر کورٹس بحال، قومی اسمبلی نے مشرف آرڈیننس منسوخ کرنے کی منظوری دے دی **28 جنوری**: پاکستان: سوئس مقدمات شروع کرنے کی ہدایت، پارلیمان

ضمیمہ علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر (۱۶)

لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (ق)

(تو غفلت میں تھا اس سے، اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اُٹھادیا، تو آج تیری آنکھیں کھل گئیں)

کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء

بجواب

کشف الغشاء عن اوقات الفجر والعشاء

ادارہ غفران کے علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر ۱۶ میں شائع ہونے والے رسالہ ''صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' پر ایک معترض صاحب کے اعتراضات وتنقیدات اور شبہات کا تحقیقی اور مفصّل ومدلّل جائزہ۔

مؤلف: مفتی محمد رضوان

صدر کا استثناء واپس لے تو ایکشن لیں گے ﷺ **29 جنوری** :پاکستان: این آر او فیصلے کے کچھ نکات وضاحت طلب ہیں، وزیراعظم ﷺ **30 جنوری** :پاکستان: صدر نے مایوس کیا ،حکومت عدالتی فیصلے پر فوری عملدرآمد کرے،نواز شریف ﷺ **31 جنوری** :پاکستان: کراچی حکومتی حلیف جماعتوں میں تصادم،10افراد قتل ﷺ **یکم فروری** :پاکستان: پٹرول 6.10ڈیزل 3.33روپے لیٹر مہنگا ﷺ **2 فروری** :پاکستان: کراچی میں مزید 10افراد قتل امن کے لئے کمیٹی قائم ﷺ **3 فروری** :پاکستان: کراچی میں پی پی اور متحدہ کے کارکنوں سمیت 13 قتل،رینجرز کو چھاپوں وگرفتاریوں کے اختیارات مل گئے ﷺ **4 فروری** :پاکستان: امریکی عدالت نے عافیہ صدیقی کو مجرم قرار دے دیا ❁ پاکستان: دیر بالا ، بم حملے میں 3امریکیوں سمیت 8ہلاک 70 سے زائد زخمی ﷺ **5 فروری** :پاکستان: پنجاب اسمبلی نے لوکل گورنمنٹ ترمیمی بل منظور کر لیا،اپوزیشن کا واک آؤٹ ﷺ **6 فروری** :پاکستان: کراچی میں 2 بم دھماکے، 27جاں بحق،100 سے زائد زخمی ﷺ **7فروری** :پاکستان: کراچی میں جاں بحق ہونے والوں کی تعداد 33 ہوگئی،شہر میں مکمل ہڑتال ﷺ **8 فروری** :پاکستان: مسئلہ کشمیر مشرف دور کے مذاکرات کا ریکارڈ موجود نہیں ،وزیر خارجہ ﷺ **9 فروری** :پاکستان: شیخ رشید پر قاتلانہ حملہ،4افراد جاں بحق ❁ پاکستان: ملک بھر میں طوفانی بارشیں، برفباری تودے گرنے اور ٹریفک حادثات میں 19 جاں بحق ﷺ **10 فروری** :پاکستان: عدلیہ فیصلوں پر عمل درآمد کروانے کی پابند ہے، چیف جسٹس ﷺ **11 فروری**:پاکستان: خیبر ایجنسی میں ہیلی کاپٹر تباہ، فائرنگ خودکش حملہ بریگیڈئیر اور 14 اہلکاروں سمیت 20جاں بحق ﷺ **12 فروری** :پاکستان: فیصلوں پر عمل نہ کرنے والے جیل جائینگے، چیف جسٹس ﷺ **13فروری** :پاکستان: پاک بھارت مذاکرات 25فروری سے دوبارہ شروع ہونگے ﷺ **14فروری** :پاکستان: سپریم کورٹ نے ججوں کے تقرر کا صدارتی حکم معطل کر دیا ﷺ **15فروری** :پاکستان: صدر زرداری جمہوریت کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں،نواز شریف ﷺ **16 فروری** :پاکستان: پارلیمنٹ نے ایگزیکٹو آرڈر سے بحال ججز کی توثیق نہیں،وزیراعظم ❁ پاکستان: وزیراعظم کا بیان غیر آئینی ہے، ججز کو وزیراعظم نے نہیں آئین نے بحال کیا، ماہرین قانون ﷺ **17فروری** :پاکستان: وزیراعظم کی چیف جسٹس کے عشائیہ میں اچانک آمد افتخار چوہدری کو ملاقات کی دعوت، آج خوشخبری ملے گی، گیلانی ﷺ **18فروری** :پاکستان: بحران ختم حکومت نے چیف جسٹس کی سفارشات تسلیم کر لیں ﷺ **19 فروری** :پاکستان: خیبر ایجنسی ، چرس منڈی میں خودکش حملہ قریب میں واقع مسجد بھی زد میں آگئی، 35جاں بحق، ﷺ **20فروری** :پاکستان: فیصلوں پر عمل درآمد کرانا جانتے ہیں، سپریم کورٹ

Iqra Ghufran